عنبر ناگ ماریا
قاتل ساتھی
قسط نمبر ۱۹
PDFBOOKSFREE.PK
اے حمید

سنو پیارے بچو

عنبر پر جنگل میں بندروں کا ایک غول حملہ کرتا ہے عنبر بڑی مشکل سے ان سے جان بچا کر بھاگتا ہے۔ اتفاق سے وہ صندوقچی درخت کے ساتھ ہی لٹکی رہ جاتی ہے۔ جس کے اندر اس کے دوست ناگ کی لاش پڑی ہے۔

ماریا پچھلے جنگل میں عنبر اور ناگ کی تلاش میں آگے بڑھی چلی آرہی ہے۔ عنبر ناگ کی لاش لے کر ہمالیہ کے پہاڑوں کی طرف جا رہا ہے جہاں ایک مقدس جھیل کے پانی سے اس نے مرے ہوئے سانپ ناگ کی لاش کو پھر سے زندہ کرنا ہے۔

بندروں کا حملہ

آدم خور عنبر کو جال میں جکڑ کر جنگل کے اندر لے گئے۔ یہاں اسقدر اندھیرا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجائی نہیں دیتا تھا۔ عنبر کے گرد مضبوط رسّے کا جال لپٹا ہوا تھا۔ وہ جال میں اس بُری طرح سے جکڑا ہوا تھا کہ ہل بھی نہیں سکتا تھا۔ اسے اپنی جان کی پرواہ نہیں تھی۔ اس لئے کہ اُسے معلوم تھا کہ وہ خود تو مر نہیں سکتا۔ اسے اگر پریشانی تھی تو اس بات کی تھی کہ وہ پیچھے درخت پر وہ صندوقچی لٹکتی چھوڑ آیا تھا جس میں اُس کے جگری دوست ناگ کی لاش کے ٹکڑے تھے۔ اگر وہ صندوقچی کسی آدم خور کے ہاتھ آ گئی۔ اور اس نے سانپ کے ٹکڑوں کو

بھون کر کھالیا۔ یا زمین کے اندر کسی جگہ دفن کر دیا تو عنبر ساری زندگی ناگ کو زندہ نہ کر سکے گا۔

اُس نے سوچا کہ صندوقچی جا کر لے آئے۔ مگر وہ کیسے واپس جا سکتا تھا مینڈک کی طرح ٹرٹراتے آدم خوروں نے تو اسے جال کے اندر جکڑ کر رکھ دیا تھا وہ ہلنے جلنے کے بھی قابل نہیں تھا۔ اب تو وہ صرف یہی دعا کر سکتا تھا کہ کسی کی صندوقچی پر نظر نہ پڑے اور اس کے دوست ناگ کی زندگی بچی رہے۔ وحشی بونے اُسے کندھوں پر اٹھائے لئے جا رہے تھے۔ جنگل بڑا گہرا اور گھنا ہو گیا تھا۔ جھاڑیوں کے پتے اور درختوں کی شاخیں اُس کے جسم کو چھو رہی تھیں۔ اندھیرا گہرا تھا۔ عنبر نے آنکھیں پھاڑ کر اندھیرے میں ارد گرد دیکھنے کی کوشش کی۔ مگر اُسے کوشش کے باوجود کچھ نظر نہ آیا۔ وہ صرف وحشی بونوں کے جسم ہی دیکھ رہا تھا۔ جو اُس کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

قاتل ساتھی

چلتے ہوئے وہ آپس میں کسی اجنبی زبان میں باتیں بھی کرتے جا رہے تھے۔ دنیا کی یہ پہلی زبان تھی جو عنبر کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ وگرنہ دنیا کے ہر قبیلے کی زبان فوراً سمجھ جاتا تھا۔ خدا جانے یہ کس مخلوق کی زبان تھی۔ بس یوں لگتا تھا جیسے بہت سے مینڈک آپس میں ٹرٹرا رہے ہوں۔ عنبر نے بہت کوشش کی کہ کچھ اُس کے پلے پڑ جائے مگر وہ ہر بار اُن کی زبان کا کوئی لفظ سمجھنے میں ناکام رہا۔ اُسے کچھ بھی معلوم نہیں تھا کہ وحشی لوگ اُسے کہاں لئے جا رہے ہیں۔ اتنا وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ آدم خور وحشی لوگ ہیں۔ اور اُسے بھون کر کھا جانے کے لئے لے جا رہے ہیں۔ وہ خدا کے بھروسے پر چُپ چاپ چلا جا رہا تھا۔ دل میں یہ ضرور سوچتا کہ دیکھئے آگے چل کر کیا ہوتا ہے!

آدم خور وحشی کسی جگہ رکنے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔ ایک ہی رفتار کے ساتھ عنبر کو اپنے کندھوں پر اٹھائے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے

آگے آگے چلتے جا رہے تھے۔ عنبر کا سارا جسم درد کرنے لگا۔ وہ بُری طرح جال کے رسوں میں جکڑ دیا گیا تھا۔ ایک بار تو اس نے تنگ آ کر زور سے کہا۔

"کمبختو! تم مجھے کہاں لئے جا رہے ہو؟"

مگر اُس کی آواز پر کسی نے دھیان نہ دیا۔ اُسے کچھ آدم خور وحشیوں کی آپس میں ہنسنے کی آوازیں سنائی دیں۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اُس کے فقرے کو سمجھ گئے ہیں۔ اور خوش ہو رہے ہیں کہ عنبر پریشان ہے۔ اپنی زبان سے کسی نے کچھ نہ کہا۔ اگر وہ عنبر سے کچھ کہتے بھی تو وہ کچھ سمجھ ہی نہیں سکتا تھا۔ عنبر نے راضی بہ رضا ہو کر گردن پیچھے پھینک دی۔ اور آنکھیں بند کر لیں کہ اب جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ جنگل میں ایک چھوٹی سی ندی آ گئی۔ اس ندی کو پار کرنے کے بعد سامنے ایک گھاس کا چوڑا تختہ آ گیا۔ جہاں چاروں طرف پہاڑی ڈھلان کے

اندر شہد کی مکھیوں کے چھتے کی طرح کے سوراخ بنے ہوئے تھے۔ اور دو چار جگہوں پر مشعلیں جل رہی تھیں۔ عنبر نے مشعلوں کی روشنی میں دیکھا کہ پتھر کے تقریباً ہر سوراخ میں ایک بندر بیٹھا خوخو کر رہا ہے۔

آدم خور وحشی یہاں پہنچ کر رک گئے۔ انہوں نے عنبر کو سروں پر سے اتار کے نیچے گھاس پر رکھ دیا۔ پتھر کے سوراخوں میں سارے بندر اتر کر عنبر کے ارد گرد شور مچانے لگے۔ ایک بوڑھے سے آدم خور وحشی نے ڈنڈا لے کر بندروں کو وہاں سے بھگا دیا۔ بندر پھر اپنے سوراخوں پر جا کر بیٹھ گئے۔ اور جال میں پھنسے ہوئے عنبر کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے تکنے لگے۔

عنبر کو کچھ یوں محسوس ہوا جیسے آدم خور وحشی اُسے بندروں کی خوراک بنانے کے لئے وہاں لائے ہیں۔ اگرچہ اسے یقین تھا کہ وہ مر نہیں سکتا۔ پھر بھی اتنے خونخوار دانتوں والے بندر دیکھ کر اُس کے

جسم نے بھی ایک جھرجھری سی لی۔ آدم خور وحشی عنبر کو ڈولی ڈنڈا کر کے اٹھا کر پتھر کے ایک سوراخ کے اندر لے گئے۔ یہ سوراخ کچھ کھلا تھا۔ آدم خوروں نے اُسے پتھروں پر لا کر پھینک دیا۔ اور سوراخ کا منہ ایک بڑے سے پتھر سے بند کر کے چلے گئے۔ کچھ دیر تک باہر آدم خوروں کے غرانے کی آوازیں آتی رہیں۔ پھر ہر طرف خاموشی چھا گئی۔

عنبر پہاڑ کے سوراخ کے اندر جال میں بندھا چپ چاپ پڑا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ جتنی مصیبت میں وہ اس وقت پھنسا ہے پہلے کبھی نہیں پھنسا تھا۔ اس کی بہن ماریا اُس سے بچھڑ گئی۔ اُس کا وفادار گہرا دوست ناگ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر صندوقچی میں بند پڑا تھا۔ اور وہ خود جال میں جکڑا پہاڑ کی کھوہ میں لیٹا ہے، بے بس ہو کر۔ اُسے کچھ خبر نہیں کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ یہ آدم خور وحشی اُسے خود

بھون کر کھانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ یا بھو کے بندروں کے آگے ڈال دیں گے؟

درخت کی چھال کے ریشوں سے بنا ہوا جال اب اُسے تنگ کرنے لگا تھا۔ اُس کا جسم درد کر رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ زور لگا کر جال میں سے آزاد ہو جانا چاہئے۔ اس خیال کے ساتھ ہی اُس نے زور لگانا شروع کر دیا۔ مگر رسیاں کچھ اس طرح اُس کے جسم کے گرد کس دی گئی تھیں کہ کافی دیر تک کوشش کرنے کے بعد وہ صرف اپنی ایک انگلی اور ایک انگوٹھے کو آزاد کرا سکا۔ ایک انگلی اور ایک انگوٹھے کی مدد سے اُس نے اپنے بازو کے گرد لپٹی ہوئی رسیوں کی گرہ کھولنے کی کوشش شروع کر دی مگر کافی دیر کی کوشش کے بعد بھی وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔

خدا جانے ان آدم خور وحشیوں کو گرہ لگانے کا کونسا طریقہ معلوم

تھا کہ ربی اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئی تھی۔ عنبر نا کام ہو کر چپکا ہو رہا۔ اُس نے بہرام جن کو بلانے کے بارے میں سوچا۔ پھر اُسے خیال آیا کہ بہرام جن کو بار بار بلانا ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ اس طرح سے جن تنگ آ کر اُلٹ کام کرنے شروع کر دیتا ہے۔ اجنبی اگر اسے کہیں کہ مجھے دریا پار کرا دو۔ تو وہ دریا کے عین درمیان میں جا کر ڈبو دے گا۔ اگرچہ بہرام جن کے ساتھ ابھی تک عنبر کے بہت سے دوستانہ تعلقات تھے۔ پھر بھی وہ اُس سے مدد مانگتے ہوئے گھبراتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ بہرام جن سے اُس وقت تک مدد طلب کی جائے۔ جب وہ ہر طرف سے نا امید ہو گیا ہو۔ اور اُس کے ساتھ کسی دوسرے شخص کی جان کو بھی خطرہ پیش ہو۔ اُسے اپنی جان کا تو کوئی خطرہ ہی نہیں تھا۔

عنبر نے اپنے آپ کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا اور انتظار

کرنے لگا کہ دیکھو اس کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ اس نے باہر جنگل کیطرف کان لگا دیئے۔ باہر جنگل میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ درختوں پر پرندے سو رہے تھے۔ کسی پرندے کے بولنے کی آواز نہیں آرہی تھی، کسی کسی وقت بہت دور سے کسی شیر کے گرجنے کی آواز آجاتی تھی۔ کچھ دیر بعد یہ آواز بھی بند ہوگئی۔ اب اُسے کچھ بندروں کے خوخیانے کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر یہ آوازیں بھی رُک گئیں۔ اور جنگل میں ایک بار پھر گہری خاموشی طاری ہوگئی۔

رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی۔ اندھیرا دور ہوتا چلا گیا۔ پھر عنبر کو باہر جنگل میں چڑیوں کے چہچہانے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ وہ سمجھ گیا کہ صبح ہوگئی ہے۔ جس سوراخ کے منہ پر جو بڑا سا گول پتھر رکھا تھا۔ اُس کی درزوں میں سے روشنی کی سفید سفید کرنیں اندر آنے لگیں۔ عنبر نے ساری رات پلک تک نہ جھپکی تھی۔ دن چڑھا تو اس پر

غنودگی طاری ہونا شروع ہوگئی۔ اور وہ سو گیا۔

جس وقت اُس کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ دروازے کا پتھر اپنی جگہ سے ہٹا ہوا ہے اور غار کے اندر صبح کی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ اس روشنی میں اُس نے دیکھا کہ پہاڑ کی چھت زیادہ اونچی نہیں تھی۔ اگر وہ اٹھ کر کھڑا ہو جاتا تو اُس کا سر چھت سے ٹکرا جاتا۔ چھ سات آدم خور وحشی بونے ہاتھوں میں نیزے لئے اندر داخل ہوئے۔ اور اُسے اٹھا کر باہر میدان میں لے آئے۔ اُس نے دیکھا کہ آدم خوروں کے قد بڑے چھوٹے تھے۔ اور ان کے چہروں کے رنگ گہرے سانولے تھے۔ انہوں نے اپنے جسم پر سرخ اور نیلے رنگ کی شاید چربی ملی ہوئی تھی۔ جس سے ان کے جسم دن کی روشنی میں چمک رہے تھے۔ سروں پر بالوں کے گچھے تھے۔ اور آنکھوں میں بلی کی آنکھوں جیسی چمک تھی۔

عنبر نے چاروں طرف نظر گھمائی۔ اس کے اردگرد بڑے بڑے تناور گھنے درخت تھے۔ اُوپر پہاڑی ڈھلان پر پتھر کے سوراخوں میں وہی بندر بیٹھے خوخو کر رہے تھے۔ وہ بار بار اپنے چھوٹے چھوٹے دانت باہر نکال کر عنبر کو دیکھ رہے تھے۔ آدم خوروں نے عنبر کو اٹھا کر ایک درخت کے نیچے ڈال دیا۔ اس کے دونوں ہاتھ کھول کر اُس کے سر کے پیچھے رسی سے باندھ دیئے گئے۔ وہ وحشی اُس کے گرد ناچنے لگے۔ وہ نیزے اُچھال اُچھال کر کود رہے تھے۔ اور کسی انوکھی زبان میں گیت بھی گا رہے تھے۔ وہ وحشی ذرا پرے بیٹھے ناک پکڑ کر باجہ بجا رہے تھے۔ چار وحشی عنبر کے سرہانے کھڑے اُس کے جسم کے اُوپر بار بار کٹورے میں سے کائی پانی چھڑک دیتے تھے۔ ایسے لگتا تھا۔ جیسے وہ کوئی مذہبی رسم ادا کر رہے ہیں۔

"کہیں وہ مجھے کسی دیوتا کے آگے قربان تو نہیں کر رہے؟"

عنبر نے سوچا۔ اور بڑے غور سے گردن اٹھا کر اپنے اردگرد دیکھنے لگا۔ اُس کے اردگرد بے شمار آدم خور وحشی اِدھر اُدھر سے آ کر دائرے کی شکل میں جمع ہو گئے تھے۔ اور بڑے غور سے اُسے تک رہے تھے۔ اُن کی آنکھوں میں چمک تھی۔ جیسے وہ اپنی زندگی کا کوئی بہترین تماشہ دیکھنے والے ہوں۔ ناچ ختم ہوا تو ایک وحشی نے ایک کچا ناریل لے کر زور سے عنبر کے سر کے قریب زمین پر دے مارا۔ ناریل اُسی وقت ٹوٹ گیا۔ وحشی نے ناریل کے ٹکڑے اٹھا کر اپنے ملازم کو دے دیئے۔ جس نے کہا کہ وہ اپنے بیمار باپ کے لئے لے جا رہا ہے۔

اب ایک بار زور سے ڈھول بجا۔ اور سفید پروں والی ٹوپی پہنے اس قبیلے کا سردار وہاں آ گیا۔ سردار کے دونوں ہاتھوں میں دو تلواریں تھیں وہ اگرچہ ادھیڑ عمر کا تھا مگر اُس کے چہرے پر سے بڑھاپے کے آثار نمایاں نہیں تھے۔ اُس کی آنکھوں کے ارد گرد گہرے سرخ رنگ کے دائرے بنے ہوئے تھے۔ چہرے سے وحشت ٹپکتی تھی۔ سردار کو دیکھ کر آدم خور وحشیوں نے زور زور سے ناچنا شروع کر دیا۔ آخر سردار نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا۔ ناچ یکدم بند ہو گیا۔ کمال کی بات جو عنبر نے دیکھی وہ یہ تھی کہ سردار کے ہاتھ اوپر اٹھاتے ہی بندروں نے بھی خوخو کرنی یکلخت بند کر دی۔ اور بالکل خاموش ہو گئے۔

سردار قدم قدم چلتا عنبر کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ سارے آدم خور وحشی پرے پرے ہٹ کر ادب سے خاموش کھڑے ہو گئے۔

سردار بڑے غور سے عنبر کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے تلواریں اوپر اٹھا کر

ہوا میں لہرائیں۔ اور اپنی زبان میں ایک نعرہ لگایا۔

نعرے کی آواز پر سارے وحشیوں نے بھی ایک جوابی نعرہ لگایا۔

نعروں کی گونج جنگل میں پھیل گئی۔ کچھ جانور پھڑ پھڑا کر درختوں پر سے اُڑ گئے۔ سردار وحشی اب پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے اوپر کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اور خود ایک طرف پتھر کے چبوترے پر کھڑا ہو گیا۔ عنبر نے سر اوپر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہے کہ پہاڑی پر سے بندروں کی قطار نیچے اتری چلی آ رہی ہے۔ اس قطار میں نیچے آ کر پہاڑ کے سوراخ والے بندر بھی شامل ہو گئے۔ بندروں کے قد کتوں کی طرح اونچے اونچے تھے۔ اور وہ بڑے وحشی انداز میں چیخ رہے تھے۔

عنبر کچھ پریشان سا ہو گیا۔ کہ یہ کیا مصیبت اس کی طرف چلی آ رہی ہے۔۔۔ اسے اپنی جان کا کوئی خطرہ نہیں تھا مگر وہ یہ سوچ کر گھبرا گیا کہ اتنے سارے بندروں کو وہ کیسے پیچھے ہٹائے گا؟ سارے

بندر اس کے گرد آ کر چکر لگانے لگے۔ وہ بار بار وحشی سردار کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جیسے اس کے کسی اشارے کا انتظار کر رہے ہوں۔

وحشی سردار نے اپنا نیزہ ہوا میں لہرایا۔

نیزے کا ہوا میں لہرایا جانا تھا کہ خونخوار بھوکے بندر ٹوٹ کر عنبر پر حملہ آور ہو گئے۔ ایسے لگتا تھا جیسے انہیں کئی روز سے بھوکا رکھا گیا ہے۔ عنبر کے دونوں ہاتھ سر کے پیچھے بندھے تھے۔ بندروں نے آ کر عنبر پر اپنے پنجے مارنے شروع کر دیئے۔ عنبر نے آنکھیں بند کر دیں۔ اور خیال ہی خیال میں کنیز کی روح کو یاد کیا۔ اس کے سوا اب اس کے پاس اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ اگرچہ وہ مر نہیں سکتا تھا۔ مگر اتنے سارے بندر ایک بار تو اس کی ساری کھال ادھیڑ سکتے تھے۔ بعد میں خواہ ساری کھال اپنے آپ جڑ جاتی۔

کنیز کی رُوح خیال کرنے کے ساتھ ہی اس کے سامنے آن

کھڑی ہوئی۔اور مسکرا کر کہنے لگی۔

"عنبر!تم نے مجھے کس لئے یاد کیا؟"

عنبر نے بندروں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اس ناگہانی مصیبت سے میری جان بچاؤ۔"

رُوح نے کہا۔

"مگر تم مر نہیں سکتے۔"

عنبر نے کہا۔

"ٹھیک ہے مگر ایسے لگتا ہے کہ آج یہ بندر مجھے مار کر ہی دم لیں گے۔دیکھتی نہیں ہو۔کیا لشکر کا لشکر مجھ پر حملہ کر چکا ہے۔"

کنیز کی رُوح نے مسکرا کر کہا۔

"فکر نہ کرو عنبر!ان کا ابھی بندوبست کرتی ہوں۔"

یہ کہہ کر رُوح غائب ہو گئی۔بندر بار بار عنبر کے سر پر اپنے پنجے مار

رہے تھے۔اب کیا ہوا کہ اچانک درختوں کی طرف سے شہد کی مکھیوں کا ایک بادل سا اُڑتا ہوا آیا۔اور آن کی آن میں وہ سارے بندروں کے ساتھ چمٹ گیا۔بھڑوں نے جو بندروں کی آنکھوں پر کاٹا تو وہ بدحواس ہو کر چیخنے چلانے لگے۔وحشی بڑے پریشان ہو گئے۔شہد کی مکھیوں نے بندروں کو کاٹ کاٹ کر بُرا حال کر دیا۔سارے بندر شور مچاتے،اپنے سروں پر زور زور سے پنجے مارتے ایک طرف کو بھاگ گئے۔اور پیچھے مُڑ کر بھی نہ دیکھا۔ساری شہد کی مکھیاں ان کے ساتھ ساتھ اُڑتی چلی گئیں۔

میدان بندروں سے خالی ہو گیا۔

آدم خور وحشی سردار نے نیزہ ہلا ہلا کر بندروں کو بلانے کی کوشش کی۔مگر وہاں بندر ہوتا تو واپس آتا۔وہ تو شہد کی مکھیوں کے حملے سے شکست کھا کر جنگل میں جس کا جدھر منہ اُٹھا گم ہو چکے تھے۔آدم

خوروں نے اپنے سردار کی طرف دیکھا۔ سردار نے نیزہ ہوا میں لہرا کر
اپنی زبان میں زور زور سے کچھ کہا۔ اس پر سارے وحشی نعرے لگانے
لگے۔ پھر انہوں نے عنبر کو اٹھا کر دوبارہ اُسی پہاڑ کے غار میں بند کر
دیا۔ صرف اس کے حلق میں تھوڑا سا دودھ ٹپکا دیا گیا تھا۔

عنبر دوپہر سے لے کر شام تک غار میں اکیلا پڑا رہا۔

وہ سوچتا رہا کہ دیکھیں اب یہ آدم خور وحشی اس کے ساتھ کیا
سلوک کرتے ہیں۔ شام ہوگئی۔ کھوہ میں کوئی وحشی نہ آیا۔ پھر رات
ہوگئی۔ باہر اُسے کچھ وحشیوں کی آوازیں سنائی دیں۔ اور دوبارہ گہری
خاموشی طاری ہوگئی۔ عنبر بڑا حیران تھا کہ یہ مینڈک نما لوگ کون ہیں؟

کہاں رہتے ہیں؟

اور کہاں سے آتے ہیں؟

رات گہری ہوگئی۔ ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ پرندوں کی آوازیں

بند ہو گئیں۔ چاروں طرف ہو کا عالم ہو گیا۔ ایک بار پھر آدم خور وحشیوں کے بولنے کی تیز تیز آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ایسے لگتا تھا جیسے وہ غار کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ آخر پتھر ایک طرف ہٹا دیا گیا۔ اور اندر مشعل کی روشنی پھیل گئی۔ اس روشنی میں عنبر کو کئی ایک آدم خور وحشی نظر آئے۔

اُنہوں نے اندر آتے ہی عنبر کو ڈولی ڈنڈا کر کے اٹھا لیا۔ اور لیکر جنگل کی طرف چل پڑے۔ تھوڑی دور جا کر انہوں نے ایک درخت کے نیچے اُسے ڈال دیا۔ وحشی سردار نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ سارے کے سارے وحشی اپنے سردار کے پیچھے پیچھے درختوں کے اُوپر بندروں کی طرح چڑھ گئے۔ اور شاخوں میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ عنبر درخت کے نیچے اکیلا پڑا تھا۔ اُس کے ہاتھ پاؤں رسیوں میں بندھے تھے۔ اچانک جنگل میں دور کسی شیر کی گرج سنائی دی۔

خونی پنجر

سیر کی آواز کے ساتھ ہی عنبر سمجھ گیا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک
ہونیوالا ہے آدم خور وحشی اُسے کسی ایسے شیر کے آگے ڈال رہے تھے۔
جوانسانوں کے خون پینے کا عادی ہو چکا تھا۔ خدا ہی بہتر جانتا تھا کہ وہ
ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ جبکہ اگر وہ چاہتے تو خود عنبر کو بھون کر کھا سکتے
تھے۔

بہر حال عنبر حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ شیر کی
گرج ایک بار پھر سنائی دی۔ اس دفعہ اُس کی گرج سے معلوم ہوا کہ وہ
قریب آ گیا ہے۔ شیر کی دہاڑنے کے ساتھ ہی جنگل میں گہرا سناٹا
طارہ ہو گیا تھا۔ اس قدر گہری خاموشی چھا گئی کہ اگر وہاں پر سوئی بھی

گرا دی جاتی تو اُس کی آواز بھی آجاتی۔

شیر بہت قریب آگیا تھا۔ اور اُسے دبے پاؤں درختوں کے عقب میں آگے بڑھتے آدم خوروں نے دیکھ لیا تھا۔ وہ درختوں پر بندروں کی طرح چھپے بیٹھے تھے۔ اور خاموش تھے۔ کسی وقت عنبر کو زمین پر لیٹے لیٹے درختوں پر اُن کی بلی جیسی مکار آنکھیں چمکتی نظر آجاتی تھیں۔ دفعتاً جنگل شیر کی خوفناک دھاڑ سے گونج اٹھا۔ یہ دھاڑ بے حد قریب سے آئی تھی۔ عنبر نے سر اٹھایا تو شیر اس سے دس گز کے فاصلے پر کھڑا تھا زرد رنگ کا یہ شیر بہت اونچا لمبا تھا۔ اور اس کی آنکھیں انگاروں کی مانند دہک رہی تھیں۔ وہ اپنا جبڑا کھول کر غرایا تو اُس کے سامنے کے دو لمبے دانت نظر آئے جو خنجروں کی طرح چمک رہے تھے۔

عنبر نے آنکھیں بند کر لیں۔ ڈر کی وجہ سے نہیں بلکہ شیر سے

مقابلہ کرنے کے خیال سے۔اب وہ کنیز کی روح کو دوسری بار تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا۔وہ اس سے خود ہی نپٹنا چاہتا تھا۔شیر نے چھلانگ لگائی۔اور عنبر کے اوپر آن گرا۔عنبر نے شیر کا معمولی سا بھی دباؤ محسوس نہ کیا۔وہ پوری طرح مقابلے کے لئے تیار ہو چکا تھا۔شیر نے پوری طاقت سے عنبر کے سر پر پنجہ مارا۔اور اُلٹ کر پرے جا گرا۔شیر کو یوں لگا جیسے اس نے کسی پتھر کی چٹان کو پنجہ مارا ہو۔اس کا پنجہ زخمی ہو گیا۔

شیر بڑا حیران ہوا کہ یہ کس قسم کا انسان ہے کہ اس کا سر پتھر کی طرح سخت ہے۔شیر نے دوسری بار پنجہ مارا تو عنبر کے سر سے ٹکرا کر اُس کا ایک ناخن ٹوٹ گیا۔مگر عنبر کو کچھ بھی نہ ہوا۔

اس عرصے میں عنبر نے زور لگا کر اپنے دونوں ہاتھوں کی رسیاں کھول لی تھیں۔درختوں پر بیٹھے ہوئے وحشی یہ سارا منظر بڑی حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔کہ شیر کے حملے سے انسان کے جسم سے خون کا

ایک قطرہ بھی نہیں نکل رہا۔ حالانکہ اس کے پہلے ہی پنجے کی مار سے عنبر کی کھوپڑی کے ٹکڑے اڑ جانے چاہئیں تھے۔ لیکن عنبر کا کچھ بھی نہ بگڑا تھا۔ شیر غصے میں آ کر گرج کر ایک بار پھر عنبر پر حملہ کرنے آیا۔ جونہی وہ عنبر پر گرا، عنبر نے اُس کے گلے میں رسی ڈال کر اُسے مروڑنا شروع کر دیا۔ شیر نے عنبر کے چنگل سے نکلنے کی بیحد کوشش کی۔ وہ سٹپٹایا۔ اُس نے غضب ناک ہو کر خوفناک انداز میں عنبر کے سر پر پنجوں کی بارش کر دی۔ مگر عنبر پر کچھ اثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ برابر رسی کو کس رہا تھا۔

رسی میں بل پڑتے گئے اور شیر کا دم گھٹنے لگا۔ اُس کے گلے سے خر خر کی آوازیں نکلنا شروع ہو گئیں۔ اُس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہونا شروع ہو گئے۔ اور آنکھیں باہر کو اُبل آئیں۔ عنبر رسی کو کستا چلا گیا یہاں تک کہ شیر کے گلے سے ایک آخری گھٹی گھٹی چیخ نکلی۔ اُس کی

آنکھیں اُبل کر باہر آ گئیں۔ اور وہ بے دم ہو کر عنبر کے پہلو میں زمین پر گر پڑا۔ یہ سارا ماجرا دیکھ کر آدم خور وحشی تو دنگ رہ گئے۔ وہ شور مچاتے ہوئے درختوں سے نیچے اتر آئے۔ اور عنبر کے جسم پر نیزے مارنے لگے۔ اُن کو یہ صدمہ تھا کہ عنبر نے ان کے جنگل کا ایک خوبصورت بادشاہ ہلاک کر دیا تھا۔

وحشی سردار نے ہاتھ بلند کر کے سب کو پیچھے ہٹا دیا۔ اور خود آگے بڑھ کر عنبر کے چہرے کا بڑے غور سے مطالعہ کیا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ عنبر کے جسم پر شیر کے پنجے کی ایک معمولی سی خراش بھی نہیں آئی تھی۔ اُس نے جھک کر شیر کو بھی دیکھا۔ شیر کی آنکھیں باہر کو نکلی ہوئی تھیں۔ اور رسی اس کے گلے کی کھال کے اندر تک گھس گئی تھی۔ پھر وحشی نے زور زور سے چلا کر اپنے آدمیوں کو کچھ کہا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ انہیں عنبر کے خلاف کوئی حکم دے رہا ہے۔

سردار کا حکم سنتے ہی وحشیوں نے زور سے چیخ ماری۔ اور عنبر کو گھسیٹتے ہوئے اسی جگہ پر لے آئے۔ جہاں سے وہ چلے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ زمین پر گھسٹنے سے عنبر کی کھال اُدھڑ گئی ہو گی مگر ایسا نہیں تھا۔ عنبر بالکل صحیح سلامت تھا۔ وحشی سردار کے حکم سے عنبر کو ایک بار پھر کھوہ کے اندر قید کر کے اُس کے منہ پر بھاری پتھر رکھ دیا گیا۔ عنبر تیسری بار وہاں قید ہو کر پڑ گیا۔ وہ بڑا تعجب کر رہا تھا۔ کہ آخر یہ آدم خور وحشی اُس سے کیا چاہتے ہیں۔ اگر وہ اسے ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو ہلاک کیوں نہیں کرتے؟

ان کم بختوں پر عنبر کی طاقت کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ خدا جانے وہ کس شئے کا انتظار کر رہے تھے۔ عنبر پتھر کے فرش پر ساری رات پڑا رہا۔ رات گزر گئی۔ دن نکل آیا۔ عنبر کو باہر ڈھولوں کے بجنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے وحشی ڈھول کی تال پر رقص کر

رہے ہیں۔ اتنے میں ایک بار پھر پتھر ایک طرف ہٹا کر دو چار وحشی اندر آ گئے۔ انہوں نے عنبر کو اپنے کندھوں پر رکھا اور اٹھا کر باہر لے آئے۔

اس دفعہ باہر کا منظر بالکل ہی نیا اور عجیب و غریب تھا۔ چاروں طرف آدم خور وحشی رنگ برنگ پھولوں کے ہار گلے میں ڈالے کھڑے تھے۔ ڈھول بج رہے تھے۔ کچھ وحشی ایک طرف رقص کر رہے تھے۔ درمیان میں چبوترے پر سرخ رنگ کی ریت بچھی تھی۔ اس ریت پر سفید جنگلی پھولوں کے ہار پڑے ہوئے تھے۔ عنبر کو لا کر اس چبوترے پر لٹا دیا گیا۔ قریب ہی ایک جگہ آگ جل رہی تھی۔ اور اس کے اوپر ایک لوہے کا کڑاہ رکھا تھا۔ جس میں تیل گرم ہو رہا تھا۔

"یہ تو مجھے بھون کر کھانے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔"

عنبر نے سوچا۔ اور ایک دم ہنس پڑا۔ وحشیوں نے اُسے حیرانی سے دیکھا کہ یہ کس قسم کا آدمی ہے کہ موت کے سامنے کھڑا ہو کر بھی مسکرا رہا ہے۔ اتنے میں سردار نمودار ہوا۔ آج اُس نے بھی سروں پر طوطے کے سبز پروں کا تاج پہن رکھا تھا۔ اور گلے میں سرخ سبز پتھروں کی مالائیں لٹک رہی تھیں۔ اُس کے ہاتھ میں ایک لمبی تلوار تھی۔ سردار کو دیکھتے ہی زور زور سے ڈھول بجنے لگے اور وحشیوں نے اچھل اچھل کر رقص کرنا شروع کر دیا۔ ادھر الاؤ میں آگ تیز کر دی گئی۔ کڑاہے میں تیل نے کھولنا شروع کر دیا۔

جب رقص کی دھن اپنی انتہا کو پہنچ چکی تو سردار نے تلوار اٹھا کر زور سے ایک چیخ ماری۔ اور چاروں طرف سناٹا طاری ہو گیا۔ سردار نے اپنی زبان میں تقریر کرنی شروع کر دی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی بہت بڑا امینڈک بول رہا ہے۔ اپنی تقریر میں وہ بار بار عنبر کی طرف

ہاتھ سے اشارہ کرتا۔ جس پر وحشی زور سے نعرہ لگاتے تقریر ختم کر کے اُس نے تلوار اٹھا کر زور سے زمین میں گاڑ دی۔

اس کے ساتھ ہی چار آدم خور وحشی لمبے لمبے نیزے لے کر عنبر کی طرف بڑھے، ان کے نیزوں کی نوکیں دھوپ میں چمک رہی تھیں۔ عنبر کے قریب آ کر چاروں گھیرا ڈال کر کھڑے ہو گئے۔ نیزے انہوں نے ہاتھوں میں پکڑ رکھے تھے۔ اور نیزوں کا نشانہ عنبر کے دل کی طرف تھا۔ اب وہ شاید سردار کے حکم کا انتظار کر رہے تھے۔ سردار نے جب دیکھا کہ ہر شے تیار ہے تو اس نے تلوار لہرا کر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ سردار کے حکم ملنے کی دیر تھی کہ بھیانک چیخوں کے ساتھ چاروں کے چاروں وحشی آدم خوروں نے پوری طاقت کے ساتھ چاروں نیزے عنبر کے دل کے آس پاس میں عنبر پر حملہ کر دیا۔ وحشیوں کے خیال کے مطابق عنبر کو ایک خوفناک چیخ مارنی چاہیے تھی۔

اور اس کے جسم سے خون کا فوارہ اچھلنا چاہیے تھا۔ مگر دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں ہوئی تھی۔ نہ تو عنبر کے منہ سے چیخ نکلی تھی۔ اور نہ اس کے جسم سے خون نکلا تھا۔

سردار نے ایک بار پھر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

وحشیوں نے چاروں نیزے عنبر کے بدن سے کھینچ کر نکالے اور دوسری بار پھر پوری طاقت سے گھونپ دیئے۔ مگر اس دفعہ بھی کچھ نہ ہوا۔ عنبر اُن وحشیوں کی طرف دیکھ کر مسکراتا رہا۔ اور خون کا ایک قطرہ بھی نہ نکلا۔ وحشیوں نے سردار کا حکم پا کر دھڑا دھڑ عنبر کے جسم پر نیزوں کی بارش کر دی۔ نیزہ عنبر کے جسم میں کھبتا۔ زخم کا منہ بنتا۔ اور نیزے کے باہر نکلتے ہی زخم کا منہ دوبارہ بند ہو جاتا۔ اور خون ذرا سا بھی نہ نکلتا۔ یہ حالت دیکھ کر سردار آگے بڑھا۔ اور جھک کر بڑے غور سے عنبر کے جسم کو دیکھنے لگا۔

وہ ان جگہوں کو دیکھ رہا تھا۔ جہاں جہاں نیزے گھُبے تھے۔ وہاں زخم اس طرح آپس میں مل گئے تھے کہ لگتا تھا کبھی کسی نے یہاں کیل تک نہیں چبھوئی۔ سردار بڑا حیران ہوا کہ یہ آخر ماجرا کیا ہے۔ اُس نے سوچا کہ یہ شخص ضرور کوئی جادوگر ہے۔ اور اپنے جادوگر کے زور سے بچ رہا ہے۔ سردار کو معلوم تھا کہ جادوگر کے سر پر اگر تلوار مار کر اُسے دو ٹکڑے کر دیا جائے تو جادو کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ اس خیال کے ساتھ ہی اُس نے عنبر کی طرف دیکھ کر بڑے زور سے قہقہہ لگایا۔ اور تلوار لہرا کر پوری طاقت سے عنبر کے سر پر دے ماری۔

سردار بڑا طاقت ور آدمی تھا۔ اُس کے بازوؤں میں ابھی تک بڑا زور تھا۔ اُسے اتنا معلوم تھا۔ اگر وہ یہ وار پتھر پر کرتا تو وہ دو ٹکڑے ہو جاتا۔ مگر عنبر کی کھوپڑی پر کچھ اثر نہ ہوا تھا۔ الٹا تلوار اُچٹ کر دور جا گری تھی۔ جیسے وہ کسی سنگ مرمر کے پہاڑ سے ٹکرا گئی ہو۔ سردار نے

غصے میں آ کر زمین پر سے تلوار اٹھائی اور عنبر کے سر پر زور زور سے مارنی شروع کر دی۔ جیسے وہ قیمہ کرنا چاہتا ہو۔ تلوار عنبر کی کھوپڑی پر پڑتی تو ایسے آواز آتی جیسے لوہا پتھر سے ٹکرا رہا ہو۔ چھ سات واروں کے بعد تلوار ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ اور سردار کے ہاتھ میں صرف دستہ پکڑا رہ گیا۔ سردار نے غصے میں آ کر عنبر کے سر پر ایک پتھر اٹھا کر دے مارا کہ شاید پتھر ہی سے اس کا سر کچلا جائے۔ مگر عنبر کے سر پر معمولی سی بھی خراش نہیں آئی تھی۔ خون کی ایک لکیر تک بھی نہیں تھی۔

سردار نے نعرہ لگا کر اپنے ساتھیوں سے کچھ کہا۔ کڑاہے میں تیل کھول رہا تھا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر لمبے لمبے بانسوں کی مدد سے کھولتے ہوئے گرم گرم تیل کے کڑاہے کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ اور جہاں عنبر زمین پر پڑا تھا۔ اُس کے اوپر لے آئے۔ سردار نے ہاتھ ہلا کر اشارہ کیا اور پرے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ وحشیوں نے حکم ملتے ہی

تیل کی کڑاہی عنبر کے اوپر انڈیل دی۔ اس دفعہ انہیں پکا یقین تھا کہ تیل کھول رہا ہے عنبر پر جونہی پڑا وہ تل کر کباب بن جائے گا۔ مگر اس بار بھی انہیں سخت ناکامی ہوئی۔

گرم گرم کھولتا ہوا تیل عنبر کے اوپر گر گیا۔ مگر وہ مسکراتا رہا۔ اُسے یوں محسوس ہوا۔ جیسے کسی نے کنوئیں میں سے ٹھنڈا ٹھنڈا پانی نکال کر اس کے اوپر ڈال دیا ہو۔ اس کے جسم کا کباب ہونا تو بڑے دور کی بات تھی۔ اس کے بدن پر کہیں ایک آبلہ تک نہ پڑا۔ اب سردار اور دوسرے آدم خور وحشی سکتے میں آ گئے تھے۔ سردار تو ششدر ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کی آنکھیں پھٹی پھٹی تھیں۔ اور وہ خوف زدہ ہو کر عنبر کو دیکھ رہا تھا۔

پھر وہ اچانک جھک کر زمین پر گر کر عنبر کو سجدہ کرنے لگا۔ سردار کو زمین پر گرتے دیکھ کر سارے کے سارے وحشی عنبر کے آگے سجدے

میں گر گئے۔ عنبر نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں کہا کہ رسیاں کھول کر اسے آزاد کیا جائے۔ سردار آگے بڑھا۔ اور اس نے بڑے ادب سے اور بڑی جلدی جلدی عنبر کے جسم کے گرد لپٹی ہوئی جال کی رسیاں کاٹنا شروع کر دیں۔ دوسرے وحشی بھی سردار کی مدد کرنے لگے۔ عنبر آزاد ہو کر زمین پر بیٹھ گیا۔ اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ اُن کمبخت وحشیوں نے اسے زور زور سے جال میں جکڑا ہوا تھا۔ اس کے سامنے سارے وحشی سر جھکا کر ہاتھ جوڑ کر دو زانو بیٹھے تھے۔ عنبر نے محسوس کیا کہ وہ اُن کا بادشاہ ہے۔ اور باقی سارے وحشی اس کے غلام ہیں۔

"ایک طرف ہٹ کر بیٹھ جاؤ۔"

عنبر نے بلند آواز میں کہا۔ کوئی بھی اس کی زبان کو نہ سمجھ سکا۔ مگر سارے کے سارے وحشی پرے ہٹ کر بیٹھ گئے۔ سردار اس کے قدموں میں ہاتھ جوڑے بیٹھا تھا۔ عنبر اٹھ کر اس درخت کی طرف چل

پڑا۔ جہاں شاخ کے ساتھ اس کے دوست کی لاش کے ٹکڑے لٹک رہے تھے۔ سارے وحشی غلام جانوروں کی طرح اس کے پیچھے پیچھے آئے۔ عنبر درخت کے پاس جا کر رک گیا۔

صندوقچی ابھی تک ٹہنی کے ساتھ لٹک رہی تھی۔ عنبر نے حکم دیا کہ شاخ پر سے صندوقچی کو اتار دیا جائے۔ فوراً دو وحشی درخت پر چڑھے اور انہوں نے بڑے احترام کے ساتھ صندوقچی کو ٹہنی پر سے اتار کر عنبر کے قریب زمین پر رکھ دیا۔ اور خود ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے عنبر نے صندوقچی اٹھائی اور واپس چبوترے پر آ کر بیٹھ گیا۔ اب اُسے یہ فکر تھی کہ اس کا گھوڑا کہاں چلا گیا ہے؟

"میرا گھوڑا کہاں ہے"؟

سارے کے سارے وحشی ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکے تھے۔ کہ عنبر انہیں کیا کہہ رہا ہے۔ عنبر نے ایک بار پھر

اپنے سوال کو دہرایا۔ مگر اس بار بھی کسی کے پلے کچھ نہ پڑا۔ آخر اس نے وحشی سردار کو قریب بلا کر اشاروں میں گھوڑے کی نقل اتار کر سمجھایا کہ اس کا گھوڑا کہاں ہے؟ سردار نے مسکرا کر دیکھا اور پھر اپنی زبان میں مینڈک کی طرح ٹرا کر وحشیوں سے کچھ کہا۔ دو وحشی لپک کر اٹھے۔ اور بجلی ایسی تیزی کے ساتھ جنگل میں چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آئے تو ان کے ساتھ عنبر کا عربی نسل کا گھوڑا بھی تھا۔ انہوں نے گھوڑا عنبر کی خدمت میں پیش کیا۔ اور بڑے ادب سے سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔

سردار نے زور سے ایک چیخ ماری۔ ڈھول زور زور سے بجنے لگے۔ اور وحشیوں نے پھولوں کے ہار عنبر کے گلے میں ڈالنے شروع کر دیئے وہ ہار عنبر کے گلے میں ڈالتے۔ جھک کر اس کے قدموں کو ہاتھ لگا کر چومتے اور اس کے گرد رقص کرنا شروع کر دیتے۔ عنبر

خاموشی سے چبوترے پر بیٹھا یہ تماشہ دیکھتا رہا۔ اس کی گردن ہاروں سے لد گئی۔ اس نے ہار اتار کر چبوترے پر رکھ دیئے۔ دیکھتے دیکھتے سارے وحشی ان ہاروں پر ٹوٹ پڑے اور انہیں تبرک سمجھ کر اپنے اپنے گلے میں ڈال کر خوشی سے ناچنے لگے۔

عنبر نے وحشی سردار کے کندے پر ہاتھ رکھکر پوچھا۔

"یہ جنگل کہاں جا کر ختم ہوتا ہے"؟

سردار بڑی مشکل سے عنبر کی بات سمجھ سکا۔ پھر اُس نے اپنی زبان میں عنبر کو بتایا کہ دو دن کے سفر کے بعد یہ جنگل ختم ہو جاتا ہے۔ اور آسام کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔ عنبر اتنی سی بات کافی دیر کے بعد سمجھا۔ عنبر نے سردار سے کہا کہ اب وہ واپس جانا چاہتا ہے۔ سردار نے ہاتھ جوڑ کر کچھ اس قسم کی بات کی کہ ابھی وہ نہ جائے۔ وہ اُسے اپنا سورج دیوتا سمجھتے ہیں۔ اگر وہ چلا گیا تو ان کے ہاں غلے کا قحط پڑ

جائے گا۔ اور کھانے کو کوئی جانور، کوئی آدمی نہ ملے گا۔ عنبر نے باتوں اور اشاروں سے وحشیوں کو سمجھانے کی کوشش کی۔ کہ وہ دیوتاؤں کو چھوڑ کر ایک خدا کی عبادت کریں۔ اور آدمیوں کو بھون کر کھانا چھوڑ دیں۔ وحشی کچھ سمجھے کچھ نہ سمجھے۔ وہ ہاتھ جوڑ کر عنبر کو سلام کرتے رہے۔

عنبر نے صندوقچی گھوڑے کے گلے میں لٹکائی۔ اور خود گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اُسے گھوڑے پر سوار ہوتے دیکھ کر سردار نے اپنے گلے میں سے ہڈیوں کی ایک مالا اتار کر عنبر کے گلے میں پہنا دی۔ اور اُس کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ گویا یہ نشانی تھی عقیدت اور محبت کی............ سردار نے اشاروں میں عنبر کو بتایا کہ یہ ہڈیوں کا ہار بڑا مقدس ہے۔ اور اسے گلے سے کبھی نہ اتارنا۔ عنبر نے ہار کا شکریہ ادا کیا۔ اور آہستہ سے وہاں سے چل پڑا۔ اُسے جاتا دیکھ کر سارے کے سارے وحشی ایک دم

زمین پر سجدے میں گر گئے۔ ورسار بھی سجدے میں پڑ گیا عنبر چپ چاپ گھوڑے پر سوار وہاں سے نکل گیا۔ جنگل میں ایک جگہ موڑ گھومتے ہوئے اُس نے مُڑ کر پیچھے دیکھا۔

سارے آدم خور ابھی تک سجدے میں گرے ہوئے تھے۔

قاتل ساتھی

دو دن کی مسافت کے بعد اس گھنے جنگل کو ختم ہو جانا تھا۔

یہ دو دن بڑے ہی پُر خطر سفر کے دن تھے۔ عنبر کو ایک ایسے جنگل میں سے گزرنا تھا۔ جہاں قدم قدم پر خونخوار قبیلے آباد تھے۔ یہ قبیلے آدم خور وحشیوں کے قبیلے تھے۔ یہ لوگ عنبر کو مار تو نہیں سکتے تھے لیکن اس کے لئے رکاوٹ کا باعث بن سکتے تھے۔ اور وہ بہت جلد ہمالیہ کے پہاڑوں میں جھیل شدن سر پہنچنا چاہتا تھا۔ جس کے پانی میں اُس کے دوست ناگ کی زندگی کا راز چھپا ہوا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ راستے میں اسے کوئی نہ پریشان کرے۔ اور وہ بڑے سکون کے ساتھ سفر کرتا ہوا اپنی منزل پر پہنچ جائے۔ مگر یہاں قدم قدم پر اُسے روکا جا رہا تھا۔ اس

سے پہلے ہی اس کے چار پانچ دن ضائع ہو گئے تھے۔

اگر یہ آدم خور وحشی اُسے نہ روکتے تو اس وقت تک وہ ہمالیہ کے دامن میں پہنچ چکا ہوتا۔ ایک بات کی اسے تسلی تھی کہ سردار نے اس کے گلے میں ہڈیوں کی مالا ڈال دی تھی۔ عنبر کو یقین تھا کہ راستے میں اگر اس کا واسطہ کسی آدم خور قبیلے سے پڑا تو وہ اس کے گلے میں سردار کی ہڈیوں کی مالا دیکھ کر اُسے کچھ نہیں کہیں گے۔ اور گزر جانے دیں گے۔ سارا دن وہ جنگل میں چلتا رہا۔ رات ہو گئی۔ یہ جگہ گنجان درخت کی چھاؤں میں تھی۔ جہاں دیودار کے پیڑوں نے اپنا گھنا سایہ پھیلا رکھا تھا۔ عنبر نے ناگ والی صندوقچی اوپر شاخ کے ساتھ باندھ ڈالی۔ گھوڑے کو پانی وغیرہ پلا کر اُس نے درخت کے ساتھ باندھا اور خود سونے کی تیاری کرنے لگا۔ وہ بستر پر لیٹ گیا۔ اور آنکھیں بند کر لیں۔ وہ کئی روز سے پوری طرح نہیں سویا تھا۔ اور بے حد تھکا ہوا تھا۔

بستر پر لیٹتے ہی اسے نیند آ گئی۔ اور وہ گہری نیند میں کھو گیا۔

ٹھیک اس وقت ادھر سے ایک چور کا گزر ہوا۔ اس نے جو ایک مسافر کو جنگل میں سوئے ہوئے اور گھوڑے کو قریب ہی بندھے ہوئے دیکھا تو اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ وہ دبے پاؤں آگے بڑھا۔ اور گھوڑے کو کھولنے لگا۔ گھوڑے نے ایک اجنبی کو اپنے قریب پا کر زور زور سے ہنہنانا شروع کر دیا۔

عنبر کی آنکھ کھل گئی۔

آنکھ کھلتے ہی جو شے سب سے پہلے اس نے دیکھی وہ ایک ڈراونے چہرے والا کالا چور تھا جو عنبر کا گھوڑا کھول رہا تھا۔ عنبر نے اٹھ کر آواز لگائی۔

"ٹھہر جاؤ۔ کون ہو تم؟ میرا گھوڑا کس لئے کھول رہے ہو؟"

چور وہیں رک گیا۔ وہ بڑے ڈیل ڈول کا تھا۔ اُس نے دبلے

پتلے نوجوان کو گہری نظروں سے دیکھا اور قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو جہاں لیٹے ہو خاموشی سے لیٹے رہو۔ زرا بھی حرکت کی تو تلوار کے ایک ہی وار سے تمہارے دو ٹکڑے کر دونگا۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"دوست! میرے گھوڑے کو تم چرا نہ سکو گے۔ میری بات غور سے سنو۔ اگر تم جان کی سلامتی چاہتے ہو تو یہاں سے چپ چاپ نو دو گیارہ ہو جاؤ۔ نہیں تو یاد رکھو تمہیں پچھتانا پڑے گا۔"

"بکواس بند کرو"۔ چور تلوار کھینچ کر مقابلے پر آ گیا۔

عنبر بڑا پریشان ہوا کہ یہ کیسا احمق آدمی ہے۔ حالانکہ اس کو سمجھا چکا ہوں کہ بھائی میرے مقابلے پر نہ آ۔ تو پچھتائے گا۔ مگر بے وقوف پھر بھی اپنے پیروں پر کلہاڑا اچھال رہا ہے۔ عنبر نے ایک بار پھر اُسے

سمجھانے کی کوشش کی۔

”اے بے وقوف آدمی! میں آخری بار تجھے ہدایت کرتا ہوں، کہ تلوار میان میں رکھ کر یہاں سے چلا جا۔ نہیں تو خواہ مخواہ کر جائیگا۔“

چور نے غصے میں چیخ کر کہا۔

”ارے کیا پدی کیا پدی کا شوربہ! تو ایک کل کا لونڈا ہو کر میرے منہ آتا ہے۔ میں تجھے ہدایت کرتا ہوں کہ اپنی جان کا دشمن نہ بن اور چپکے سے اپنا گھوڑا اور ساری نقدی وغیرہ میرے حوالے کر کے یہاں سے بھاگ جا۔ نہیں تو میرے ہاتھوں قتل ہونے سے نہیں بچ سکتا۔“

اب عنبر کو بڑا غصہ آ گیا۔

اُس نے تلوار سونت کر چور پر حملہ کر دیا۔ چور ایک بہت ماہر تلوار تھا۔ وہ اس سے پہلے خدا جانے کتنے لوگوں کو قتل کر چکا تھا۔ وہ بڑی مہارت سے تلوار چلاتا ہوا عنبر کے اُوپر چڑھ آیا۔ عنبر پیچھے ہٹتا چلا گیا۔

اس نے عنبر کو مجبور کر دیا کہ وہ درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر لڑے۔ عنبر
نے درخت کے ساتھ ٹیک لگا دی۔ اور تلوار چلانے لگا وہ پوری طرح
تلوار نہیں چلا سکتا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چور نے آگے بڑھ کر عنبر
کے سر پر تلوار کا پورا ہاتھ مار دیا۔ چھن کی آواز پیدا ہوئی اور چور کی تلوار
پھسل گئی۔ چور بڑا حیران ہوا کہ یہ چھن کی آواز ایک انسانی کھوپڑی
سے کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ اُسے یوں محسوس ہوا جیسے اُس نے کسی سخت
پتھر پر تلوار ماردی ہو۔ پھر بھی اُس نے زیادہ خیال نہ کیا۔ اور ایک بار
پھر عنبر پر بھر پور وار کیا۔ اس دفعہ اس کا وار عنبر کی گردن پر پڑا، اور آدھی
سے زیادہ تلوار عنبر کی گردن میں گھس گئی۔

چور کا خیال تھا کہ عنبر کی گردن کٹ کر نیچے لڑھک جائیگی۔ اور
خون کی نہر بہہ نکلے گی۔ مگر دونوں میں سے کچھ بھی نہ ہوا۔ نہ خون کی
لکیر بہی اور نہ عنبر کی گردن ہی کٹی۔ اتو چور کے ہاتھ پاؤں پھول گئے

اس نے محسوس کیا کہ اس کا مقابلہ کسی انسان سے نہیں بلکہ جن سے ہے۔ وہ ایک بار پھر غصہ کھا کر حملہ آور ہوا۔ اس دفعہ اُس نے عنبر کی کمر پر وار کیا۔ تلوار پوری طرح عنبر کی کمر میں لگی۔ اور اُسے کاٹتی ہوئی دوسری طرف سے نکل گئی۔

عنبر کا جسم دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر جانا چاہیے تھا۔ مگر چور کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ جب اس نے دیکھا کہ عنبر کا جسم کٹ کر دوبارہ جُڑ گیا۔ اور وہ اپنی جگہ پر اسی طرح کھڑا رہا۔ وہ دم بخود ہو کر رہ گیا۔ اب عنبر کی باری تھی۔ اس نے چیخ کر کہا۔

"اے بے گناہوں کے قاتل چور! میرا وار سنبھال۔ اس لئے کہ میں نے تیرے تین وار اپنے جسم پر اٹھائے ہیں۔ لے اب میرا ایک وار سنبھال۔"

اتنا کہہ کر عنبر نے تلوار کا ایک بھرپور وار چور کی تلوار پر مارا۔ جو دو

ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑی۔ عنبر نے تلوار کی نوک چور کے سینے پر رکھ دی۔ اور اُسے چور کے سینے میں اتارنے ہی والا تھا کہ چور نے ہاتھ باندھ کر روتے ہوئے کہا۔

"معاف کر دو۔ مجھے معاف کر دو۔ میں پناہ مانگتا ہوں۔ میں پناہ مانگتا ہوں۔"

عنبر کے دل میں رحم آ گیا۔ اُس نے تلوار کھینچ کر نیام میں رکھ لی۔ اور کہا۔

"میں تجھے معاف کرتا ہوں۔ لیکن اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر خدا کو اپنے سامنے جان کر مجھ سے وعدہ کر کہ تو آئندہ سے کسی کو قتل نہیں کرے گا۔ اور کسی کو لوٹے گا نہیں۔"

چور نے کہا۔

"میں خدا کو اپنے سامنے جان کر تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آج

سے لیکر اپنی ساری زندگی تک میں کسی کو نہیں لوٹوں گا۔ کہیں ڈاکہ نہیں ڈالوں گا۔ اور کسی بے گناہ کو قتل نہیں کروں گا۔"

عنبر نے اسے سینے سے لگا لیا۔

"مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ تم نے صرف میرے کہنے پر میرے خدا پر ایمان لے آئے ہو۔ تم نے ایک پل کے لئے بھی نہیں پوچھا کہ یہ خدا کون ہے۔ جس کو میں اپنے سامنے جان کر قسم کھا رہا ہوں۔"

چور نے کہا۔

"اے دوست! اگرچہ میں ڈاکے ڈالتا ہوں۔ مگر خدا کے بارے میں بھی اکثر سوچتا رہتا ہوں کہ اگر مرنے کے بعد اُس نے میرے گناہوں کا حساب مانگا' تو میں کیا جواب دوں گا۔ خدا کا ڈر میرے سینے میں ایک نہ ایک جگہ ضرور چھپا ہوا تھا۔ جو آج ظاہر ہو گیا۔"

عنبر نے کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے بھائی؟"

چور نے کہا۔

"کیلاش.........میرا نام کیلاش ہے اور میں پرانے بھیل قبیلے کا آدمی ہوں۔ میرے باپ دادا جنگجو سپاہی تھے۔ انہیں دشمنوں نے تمام خاندان سمیت قتل کر دیا۔ میں کسی طرح جان بچا کر بھاگا۔ اور پھر عہد کیا کہ جب تک دشمنوں سے بدلہ نہیں لوں گا چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ میں نے بدلہ لے لیا۔ اور پھر جب کوئی کام نہ ملا تو لوگوں کو لوٹنا شروع کر دیا۔"

عنبر نے کہا۔

"خدا کا شکر ہے کیلاش کہ تم سیدھی راہ پر آ گئے۔ اب تم جا سکتے ہو" کیلاش نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"اے طاقتور نوجوان! خدا کے نام پر مجھ پر یہ بھید کھولو کہ تلوار نے

تم پر اثر کیوں نہیں کیا؟ تم قتل ہونے کے باوجود قتل کیوں نہیں ہوئے؟ تم مرے کیوں نہیں؟ یہ کیا معمہ ہے؟ یہ کیا راز ہے؟ کیا تم کوئی دیوتا ہو؟ کیا تم شیو جی کا کوئی روپ ہو؟"

عنبر ہنس کر بولا۔

"کیلاش! یہ ایک راز ہے جو میں تمہیں بیان نہیں کر سکتا۔ اس راز کو میں تمہارے سامنے نہیں کھول سکتا۔ لیکن اتنا بتا دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ میں دیوتا نہیں ہوں۔ میں شیو جی کا کوئی روپ بھی نہیں ہوں۔ بلکہ تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔"

چور کیلاش بولا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم ایک عام انسان ہو کر موت پر حکومت کر سکو؟..... یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تلوار تمہارے جسم سے آر پار ہو جائے اور تمہارا جسم دو ٹکڑے نہ ہو؟ تم ویسے زندہ سلامت رہو اور خون کا ایک

قطرہ بھی نہ بہے؟ میں یہ ہرگز ماننے کے لئے تیار نہیں جو تم نے کی

ہے۔ ایک عام انسان اگر ہوتا تو وہ میرے پہلے وار سے ہی ہلاک ہو

چکا ہوتا۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"کیلاش! تم ان باتوں کو بھول جاؤ۔ جو کچھ ہوا اُسے ایک خواب

سمجھو اور جا کر کسی شہر میں عزت و آبرو کا کام شروع کر کے اپنی روزی

کماؤ۔ خدا تمہارے رزق میں بڑی برکت دے گا۔"

کیلاش ہاتھ باندھ کر کہنے لگا۔

"مہاراج! اب میں تمہارے دامن کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا۔

خدا نے مجھے تم سے ملایا ہے۔ اب میں تم سے الگ نہیں ہوں گا۔

چاہے مجھے بھوکا ہی کیوں نہ رہنا پڑے"۔

عنبر بولا۔

نہیں نہیں کیلاش' تم میرے ساتھ کیسے رہ سکتے ہو؟ میں تو ایک آوارہ گرد غریب سیلانی ہوں۔ میں تو اگر صبح کو یہاں ہوتا ہوں تو شام کو کسی اور جگہ ہوتا ہوں۔ تم میرے ساتھ نہ رہ سکو گے۔"

چور کیلاش نے منت سماجت کے انداز میں کہا۔

"خدا کے لئے میرا دل نہ توڑو۔ میں تمہارے ساتھ بھوکا بھی رہ لوں گا۔ مگر تمہارا دامن نہیں چھوڑوں گا۔ تم نے میری ساری زندگی بدل دی ہے۔ اب باقی زندگی تمہاری خدمت میں ہی بسر ہو گی۔"

عنبر بڑا پریشان ہو گیا کہ یہ شخص خوامخواہ اس کے پیچھے پڑ رہا ہے اُس نے آخری بار کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ کہ تم کو اگر میرے ساتھ رہ کر مرنا پڑے تو مر جاؤ گے"؟

کیلاش نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"میں خدا کو اپنے سامنے جان کر کہتا ہوں کہ میں تمہارے ساتھ رہ کر تمہارے لئے اپنی جان بھی قربان کر دوں گا۔ اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں کہہ سکتا"۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"اس سے زیادہ مجھے کسی چیز کی ضرورت بھی نہیں۔ لیکن میری ایک شرط ہو گی"۔

"میں ہر شرط تسلیم کرنے پر تیار ہوں۔ تم فکر نہ کرو"۔

عنبر نے کہا۔

"میری شرط یہ ہے کہ تم نے میرے کسی معاملے میں دخل نہیں دینا ہو گا۔ مجھ سے کبھی بھی یہ نہیں پوچھنا ہو گا یہ کیسے ہو گیا؟ اور یہ کیونکر ہو؟"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم سے کبھی کوئی اس قسم کا سوال نہیں

کرونگا۔"

"تو پھر میرے ساتھ آجاؤ۔ جہاں میں جاؤں گا۔ تم بھی میرے ساتھ ساتھ چلنا"۔

کیلاش نے آگے بڑھ کر عنبر کے ہاتھ چوم لئے اور کہا۔

"تم نے مجھے زندگی کی سب سے بڑی خوشی دی ہے۔ میں ساری زندگی تمہارا احسان نہ بھلا سکوں گا"۔

کیلاش نے عنبر کا گھوڑا درخت کے ساتھ باندھ دیا۔ اُس وقت صبح کی ہلکی ہلکی جھلکیاں نمودار ہونے لگیں تھیں۔ رات ڈھلنا شروع ہو گئی تھی۔ کیلاش نے کہا۔

"میرے آقا! کیا آپ آرام کریں گے؟ یا سفر شروع کرنا پسند کریں گے؟"

عنبر نے کہا۔

"ہاں میرا خیال ہے کہ ہمیں سفر شروع کر دینا چاہیے"۔

کیلاش نے گھوڑوں پر زین کسنی شروع کر دی۔ ساتھ ہی ساتھ وہ عنبر سے باتیں بھی کرنے لگا۔ اُس نے عنبر سے پوچھا۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں آقا کہ آپ کا ارادہ کس ملک' کس شہر کو جانے کا ہے؟ کیا آپ کی کوئی منزل بھی ہے یا نہیں؟"

عنبر نے کہا۔

"کیلاش! میری منزل ہمالیہ کی گود میں واقع جھیل شدن سر ہے۔ مجھے وہاں جلد پہنچنا ہے۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ ہم وہاں کتنے دنوں میں پہنچ جائیں گے؟"

کیلاش کہنے لگا۔

"میرے آقا! جھیل شدن سر کے سارے علاقے سے خوب واقف ہوں۔ اور ہمالیہ پہاڑ کو جانے والے راستے بھی میں اچھی

طرح جانتا ہوں۔ میں ان راستوں پر سفر کر چکا ہوں۔ اگر آپ سیدھے راستے پر سفر کریں تو ایک ماہ میں وہاں پہنچیں گے۔ لیکن اگر ہم خفیہ راستوں سے ہو کر گذریں تو بہت جلد ہمالیہ کے پہاڑوں میں پہنچ سکتے ہیں"۔

عنبر نے پوچھا۔

"کیا یہ خفیہ راستے خطرناک ہیں"؟

"ہاں میرے آقا! یہ راستے مختصر بھی ہیں اور خطرناک بھی ہیں۔ مگر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں دو بار ان راستوں پر سفر کر چکا ہوں۔ سب سے زیادہ خطرہ وہاں اژدھوں' سانپوں اور برفانی گوریلوں کا ہے جو ایک بہت بڑے جن کی طرح ہوتے ہیں۔ اور انسان کو اپنے پیروں تلے مسل کر رکھ دیتے ہیں"۔

"کیا کبھی تم نے کوئی برفانی گوریلا دیکھا ہے کیلاش؟"

"ہاں میرے آقا! صرف ایک بار میں نے برفانی گوریلے کو دیکھا تھا زندگی باقی تھی جو اس سے بچ کر نکل گیا۔ ورنہ اُس نے مجھے مسل کر رکھ دینا تھا، میں اسی طرح قافلوں پر ڈاکے ڈالتا۔ آسام کی سرحد سے آگے نکل کر ہمالیہ کے پہاڑوں میں ملک چین کو جانے والی سڑک پر سفر کر رہا تھا کہ ایک روز تھک کر ایک پہاڑ کی اوٹ میں بیٹھ کر آرام کرنے لگا۔ میں قافلے کے راستے سے ہٹ کر سفر کر رہا تھا۔ میرے اردگرد پہاڑوں کے سلسلے تھے جو اوپر کنچن جنگا کی چوٹیوں تک چلے گئے تھے۔ مجھے بھوک لگی تو میں نے اٹھ کر جنگلی پھولوں کے درخت تلاش کرنے شروع کر دیئے۔ ہمالیہ کی ڈھلوانی میں سیتا پھل کھانے کو بہت مل جاتا ہے۔ میں سیتا پھل کے کسی درخت کی تلاش میں ادھر ادھر پہاڑوں میں گھوم رہا تھا کہ اچانک مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے پیچھے کوئی دھپ دھپ زمین پر پاؤں رکھ کر چلا آ رہا

ہے۔ میں یہ سمجھا کہ یہ ہمالیہ کا سیاہ کالا ریچھ ہے۔ چنانچہ میں تلوار نکال کر ٹیلے کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ تا کہ اگر ریچھ سامنے آئے اور حملہ کرے تو اس پر تلوار سے وار کر سکوں۔ اس سے پہلے میں چار پانچ ہمالیائی ریچھ تلوار سے مار چکا تھا۔ میں تلوار لئے گھات میں بیٹھا تھا کہ اچانک ایک بڑا سا پتھر لڑھکتا ہوا میرے قریب سے نیچے گذر گیا۔ میں کچھ حیران ضرور ہوا۔ مگر پھر یہ سوچا کہ ہو سکتا ہے کالے ریچھ کا پاؤں کسی جگہ اوچھا پڑا ہو۔ اور پتھر لڑھک گیا ہو لیکن یہ خیال ساتھ ہی ساتھ ضرور آیا کہ ریچھ کے پاؤں لگنے سے اتنا بڑا پتھر کبھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا............ میں اسی شش و پنج میں تھا کہ ایک بھیانک چیخ سنائی دی۔ یہ چیخ ایک ہی وقت میں ہاتھی کی چنگھاڑ اور شیر کی گرج سے ملتی جلتی تھی۔ میں اس چیخ کو سن کر سہم گیا۔ مجھے پہلی بار محسوس ہوا کہ جس جانور کو میں ریچھ سمجھتا رہا ہوں۔ وہ ریچھ نہیں کوئی اور بلا

ہے۔ مگر یہ بلا کیا تھی؟ اس کا مجھے کوئی علم نہیں تھا۔ مجھے پسینہ آ گیا میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ مجھے اتنا ضرور علم ہو گیا کہ جو کچھ بھی ہے کوئی بڑی ہی خوفناک بلا ہے۔ اچانک میرے ذہن میں برفانی انسان کا خیال آ گیا۔ میں نے اس کے بارے میں جو کہانیاں سن رکھی تھیں۔ وہ ساری کی ساری دماغ میں تازہ ہو گئیں۔ میرے کانوں میں ڈر کے مارے سیٹیاں سی بجنے لگیں۔ اور میں نے سوچا کہ جس طرح سے بھی ممکن ہو وہاں سے بھاگ جانا چاہئے۔ لیکن وقت ایسا نازک تھا کہ میں وہاں سے بھاگنا بھی چاہتا تو بھاگ نہیں سکتا تھا۔ پھر میں نے جو منظر دیکھا وہ میں ساری زندگی بھی نہ بھلا سکوں گا۔ چٹان کے پیچھے سے ایسی خوفناک قد و قامت کا برفانی گوریلا نمودار ہوا۔ اُس کے لمبے لمبے ہاتھ پیر تھے۔ اس کا سارا بدن سفید بالوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس کا سر گوریلے کی طرح ماتھے پر سے بیٹھا ہوا تھا۔

آنکھیں بھیانک انداز میں چمک رہی تھیں۔ وہ دونوں لمبے لمبے ہاتھ لٹکائے چلا آ رہا تھا۔ اس کی چال جنگلی گوریلے کی طرح تھی۔ اس کی گردن کندھوں کے اندر دھنسی ہوئی تھی۔ وہ ایک درخت کی طرح اونچا لمبا تھا۔ جہاں وہ پاؤں رکھتا' وہاں اُس کے بوجھ سے زمین کو دھنس جاتی تھی۔ اس کے منہ سے خور خور کی مسلسل آواز نکل رہی تھی۔ وہ بار بار اپنی تھوتھنی اوپر اٹھا کر فضا میں کسی کی بو سونگھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں ڈر کے مارے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ مگر میرے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہیں ٹیلے کی اوٹ میں دبک کر بیٹھا رہوں۔ کیونکہ اگر میں ذرا سی بھی حرکت کرتا تو برفانی گوریلا ضرور میری طرف پلٹ کر مجھے ہاتھ میں لے کر یا اپنے پیر کو میرے اوپر رکھ کر مجھے مسل ڈالتا۔ میں دم سادھے اُسی جگہ چپ چاپ بیٹھا رہا۔

برفانی گوریلا ایک جگہ رُک گیا۔ وہ بار بار اپنی تھوتھنی دائیں بائیں گھما

کر فضا میں کسی شے کی بو سونگھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آخر جس کی وہ بو
سونگھ رہا تھا وہ اس کے سامنے آ گیا۔ یہ شامت کا مارا ایک جنگلی ریچھ
تھا۔ جنگلی ہمالیہ کا ریچھ سب جانوروں سے زیادہ ضدی اور پاگل
جانور ہے۔ وہ اگر بھاگ اٹھے تو معمولی سے بندر کو دیکھ کر بھاگ جاتا
ہے۔ اور اگر ڈٹ جائے تو شیر کے سامنے بھی ڈٹ جاتا ہے۔ اور
خوب مقابلہ کرتا ہے۔ خواہ اس کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔
برفانی گوریلے کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ برفانی گوریلے نے اپنے
سامنے ایک ریچھ کو دیکھ کر زور سے چیخ ماری۔ اس کی گونج سے
پہاڑوں میں گونج پیدا ہوئی۔ ریچھ نے اپنے سامنے ایک خوفناک
اونچے لمبے برفانی گوریلے کو دیکھا تو پہلے تو وہ مقابلہ کرنے کے لئے
ڈٹ کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے لڑائی کے
لئے تیار ہو گئے۔ میں یہ سارا منظر پتھروں کے پیچھے چھپا دیکھ رہا تھا

ریچھ کو شاید معلوم ہو چکا تھا کہ وہ اتنے بڑے گوریلا کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ پھر بھی اس نے منہ سے غضبناک آواز نکال کر برفانی گوریلے کی ٹانگوں پر حملہ کر دیا۔ برفانی گوریلا ایک طرف ہٹ گیا۔ ریچھ نے دوسری بار برفانی گوریلے کے پیٹ میں اچھل کر پنجہ مارنے کی کوشش کی۔ اُس کا خیال تھا کہ وہ پنجہ مار کر اپنے تیز ناخنوں سے برفانی گوریلے کا پیٹ پھاڑ دے گا۔ اور وہ ایسا کر بھی سکتا تھا مگر اس کا ہاتھ اوپر تک نہ جا سکا۔ ریچھ برفانی گوریلے کے ارد گرد چکر لگانے لگا۔ ایسا لگتا تھا کہ برفانی گوریلا ریچھ سے کھیل رہا ہے۔ وہ خود حملہ نہیں کر رہا تھا۔ بلکہ ریچھ کو بڑے آرام سے ناکام بنا دیتا تھا۔ آخر ریچھ تھک گیا۔ اُس نے آخری بار اچھل کر برفانی گوریلے کے پیٹ پر دونوں پنجے مارے۔ یہ پنجے برفانی گوریلے کی کھال تک تو نہ پہنچ سکے۔ لیکن اُس کے پیٹ پر سے سفید بالوں کے گچھے اتار کے نیچے لے آئے۔ اب

برفانی گوریلے کو سخت غصہ آ گیا۔ اس نے ایک بار پھر زوردار چیخ ماری۔ اور ریچھ پر حملہ کر دیا۔ اُس نے ریچھ کو دونوں ہاتھوں سے ایک کھلونے کی طرح زمین پر پٹخ دیا۔ ریچھ کے منہ سے کرب انگیز چیخ نکلی۔ برفانی گوریلے نے ریچھ کی گردن مروڑ کر دور پھینک دی۔ اور اُس کے بدن کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔ پھر اُس کے بدن کے ٹکڑوں کو اپنے پیروں تلے مسل ڈالا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ بڑے غضبناک انداز میں خور خور کیے جا رہا تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کر اُس نے ایک بار پھر تھوتھنی اٹھا کر فضا میں کچھ سونگھنے کی کوشش کی۔ میں سہم گیا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ میری بو سونگھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں نے سوچا کہ اگر برفانی گوریلے نے مجھ پر حملہ کر دیا تو میں اپنے آپ کو اُس کی زد سے بچا نہ سکوں گا۔ پھر کیا کروں؟ اس دوران میں برفانی گوریلے نے شاید میری بو پالی تھی۔ کیونکہ وہ اُس بڑے سے پتھر کی طرف دیکھ

رہا تھا۔ جس کے پیچھے میں چھپا بیٹھا تھا۔ اب اُس نے میری طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ میری تو جان ہی نکل گئی۔ اب میرے سامنے سوائے اس کے اور کوئی راہ نہ تھی کہ جہاں بھی میں بیٹھا ہوں وہاں سے نیچے چھلانگ لگا دوں۔ چاہے میری ہڈی پسلی ایک ہو جائے۔ میں جہاں بیٹھا تھا وہاں سے پہاڑی ڈھلان نیچے وادی کی طرف چلی گئی تھی۔ اس ڈھلان پر جا بجا چھوٹے بڑے پتھروں کا فرش بچھا ہوا تھا۔ میں نے سارا کچھ سوچ سمجھ لیا۔ اور برفانی گوریلے کی حرکتوں کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ وہ دو قدم چلتا اور ایک قدم رک کر دوبارہ بولنے کی کوشش کرتا۔ آخر وہ میرے بالکل قریب آ گیا۔ پھر اُس نے مجھے بیٹھا دیکھ لیا۔ اور چیخ مار کر ایک ہاتھ پتھر پر مارا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اپنے آپ کو ڈھلان پر نیچے لڑھکا دیا۔ میں پتھروں کے ساتھ لڑھکتا ہوا نیچے وادی میں پہنچ گیا۔ بس میرے آقا! یہ سمجھ لیں کہ زندگی

تھی جو بچ گیا۔ ورنہ مر چکا تھا..........''

کیلاش نے عنبر کو برفانی گوریلے کا ایسا بھرپور نقشہ بیان کیا۔ کہ برفانی گوریلا اُسے اپنے سامنے چلتا پھرتا نظر آنے لگا۔ اب وہ دونوں گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور جنگل میں سے گذر رہے تھے۔ دھوپ خوب نکل چکی تھی۔ دن روشن تھا۔ اور انہیں اپنی منزل قریب محسوس ہو رہی تھی۔ کیلاش کے ساتھ چلنے سے عنبر کو ایک فائدہ ضرور ہوا تھا کہ اس کا سفر آسان اور مختصر ہو گیا تھا۔

برفانی انسان اور اژدھوں سے مقابلے کے لیے وہ بالکل تیار تھا۔

ناگاؤں کی قید میں

تیسرے روز وہ دونوں آسام کی سرحد سے نکل رہے تھے۔ کہ
ایک حادثہ ہو گیا۔ عنبر آگے آگے جا رہا تھا۔ کیلاش اس کے پیچھے پیچھے
چلا آ رہا تھا۔ یہاں جنگل اب زیادہ گھنے نہیں تھے اور پہاڑی علاقہ
شروع ہو گیا تھا۔ کیلاش نے عنبر کو بتایا تھا کہ یہ ہمالیہ پہاڑ کی ترائی کا
علاقہ ہے۔ اور یہاں سے ہمارا ہمالیہ کا سفر شروع ہو رہا ہے۔ عنبر جونہی
جنگل کا ایک موڑ گھوما بائیں جانب سے سن کر کے ایک زہر میں بجھا ہوا
تیر آیا۔ اور عنبر کی گردن میں پیوست ہو گیا۔ عنبر نے گردن پر اپنا ہاتھ
رکھ دیا۔ کیلاش نے تیر کھبتے دیکھا تو گھوڑا دوڑا کر عنبر کے پاس آیا۔
جلدی سے گھوڑے سے اتر کر عنبر کو بھی نیچے اتار کر لٹا دیا۔ اور تیر نکالنے

کی کوشش کرنے لگا۔ عنبر نے کہا۔

"گھبراؤ نہیں۔ میں خود اسے نکال لوں گا۔"

عنبر نے ہاتھ بڑھا کر گردن میں سے تیر نکال کر پھینک دیا........

کیلاش نے کہا۔

"میرے آقا! یہ تیر بڑے مہلک زہر میں بجھا ہوا تھا۔ جس کو یہ تیر لگ جائے وہ تھوڑی دیر کے بعد زہر کے اثر سے مر جاتا ہے۔ میرے کئی ساتھی اس زہر کی وجہ سے میری آنکھوں کے سامنے مر گئے ہیں۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"کیلاش! فکر مت کرو۔ یہ زہر مجھے کچھ نہیں کہے گا"۔

کیلاش نے دیکھا کہ عنبر کی گردن میں جہاں تیر لگا تھا۔ وہاں زخم کا معمولی سا نشان بھی نہیں تھا۔ وہ اس سے پہلے عنبر کی اس قسم کی کرامت دیکھ چکا تھا۔ لیکن عنبر کی گردن میں جہاں تیر لگا تھا کھال نیلی

پڑ گئی تھی۔صاف معلوم ہوتا تھا کہ زہر اثر کرنے لگا ہے۔کیلاش نے کہا۔

”میرے آقا! آپ کی گردن پر نیلا نشان پڑ گیا ہے۔زہر نے اپنا اثر کرنا شروع کر دیا ہے۔میں ابھی جنگل میں سے تمبا کو کے پتے توڑ کر لاتا ہوں۔ہو سکتا اس طرح سے آپ کی جان بچ جائے“۔

عنبر نے کہا۔

”زہر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا کیلاش! بے فکر رہو۔یہ نیلا نشان ابھی ختم ہو جائے گا۔“

اور ایسا ہی ہوا۔دیکھتے دیکھتے زہر کا نشان غائب ہو گیا۔عنبر اٹھ کر گھوڑے کی باگ تھام کر بولا۔

”چلو! میں سفر پر چلنے کے لئے تیار ہوں۔اگر میری قسمت میں موت لکھی ہوئی تو میں تمہاری تلوار کے وار سے ہی مر گیا ہوتا۔مگر ایسا

نہیں ہے میں مر نہیں سکتا"۔

کیلاش نے پوچھا۔

"اس کی کیا وجہ ہے میرے آقا! آپ مر کیوں نہیں سکتے"؟

عنبر نے کہا۔

"کیا تمہیں اپنی شرط یاد نہیں ہے؟ تم نے کہا تھا کہ تم مجھ سے کبھی اس قسم کے سوال نہیں پوچھو گے.........."

کیلاش ہونٹوں پر انگلی رکھ کر بولا۔

"مجھ سے غلطی ہو گئی میرے آقا! آئندہ سے میں ایسی غلطی کبھی نہیں کرونگا"۔ ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ انہیں جنگلیوں کی چیخوں کی آوازیں سنائی دیں۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے کتنے ہی جنگلی ناگاؤں نے انہیں گھیر لیا۔ ان کے ہاتھوں میں تیر کمان تھے۔ اور وہ اچھل اچھل کر اپنے غصے کا اظہار کر رہے تھے۔ کیلاش تو سہم کر عنبر کے

پیچھے ہو گیا۔ ایک سردار ناگا نے آگے بڑھ کر کہا۔

"اِن کی کھال اتارنے کے لئے لے چلو"۔

باقی ناگاؤں نے عنبر اور کیلاش کے بازوؤں کو پشت پر بانس کے ڈنڈوں سے کس کر باندھ دیا۔ اور انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح ہنکاتے ہوئے اپنے ڈیرے پر لے آئے۔ ناگاؤں کا ڈیرا پہاڑوں کے درمیان ایک کھلی جگہ پر تھا۔ یہاں بانس کی جھونپڑیاں جا بجا بنی ہوئی تھیں۔ پتھر کے بڑے بڑے بت بھی رکھے ہوئے تھے۔ جن کی یہ ناگا پوجا کرتے تھے۔ ناگا عورتیں ایک طرف بیٹھی بانس کے تیر کمان بنا رہی تھیں۔ بیچ میں آگ جل رہی تھی۔ ناگا سردار نے زمین پر پاؤں مار کر کہا۔

"قیدیوں کو بند کر دیا جائے۔ کل صبح ان کی کھال ادھیڑ دی جائے گی۔ تاکہ انہیں ہمارے علاقے میں آنے کا مزہ چکھایا جائے"۔

عنبر نے بہت کہا کہ وہ مسافر ہیں۔ اور ہمالیہ کے پہاڑوں کا سفر کر رہے ہیں۔ مگر سردار نے اُس کی ایک نہ سُنی۔ اور اس کی گردن پر کمان زور سے مار کر بولا۔

"اگر میرا تیر خطا نہ جاتا تو تم اب تک مر چکے ہوتے۔ خیر کل تم زندہ نہیں ہو گے۔ اور تمہارا ساتھی بھی تمہارے ساتھ ہی موت کے منہ میں پہنچا دیا جائے گا"۔

اب عنبر سمجھا کہ سردار کو یہ مغالطہ ہو رہا ہے کہ اس کا تیر عنبر کی گردن پر نہیں لگا۔ بلکہ نشانہ چوک گیا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر غلط بات تھی۔ تیر عنبر کی گردن پر ہی لگا تھا۔ لیکن عنبر اگر اسے کہتا بھی تو اسے یقین نہیں آ سکتا تھا کہ کوئی انسان اس کا زہر میں بجھا ہوا تیر کھا کر بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ عنبر جانتا تھا کہ آخر سردار ناگا کو ہار ماننی ہی پڑے گی۔ افسوس اُسے یہ ہو رہا تھا کہ اُس کے سفر میں رکاوٹ پیدا ہو رہی تھی۔ ناگاؤں

نے ان دونوں کو ایک جھونپڑی میں بند کر کے باہر سخت پہرہ بٹھا دیا۔ انہوں نے دونوں کے ہاتھ بانس سے کچھ اس طرح باندھے ہوئے تھے کہ انہیں درد بھی نہیں ہو رہی تھی۔ اور وہ ہاتھ چھڑا بھی نہیں سکتے تھے۔

آدھی رات کو انہیں کھانے کو تھوڑے سے چاول اور بکری کا دودھ دیا گیا۔ عنبر نے کیلاش سے کہا۔

''آخر تمہیں میرے ساتھ سفر کرنے کا مزہ مل گیا۔ میں نہ کہتا تھا کہ میرے ساتھ شامل ہو کر اپنے آپ کو مصیبت میں نہ ڈالو۔ مگر تم نے میری ایک نہ سنی۔ اور آج میرے ساتھ تم بھی موت کے منہ میں پھنس گئے ہو۔ میں تو خیر بچ جاؤں گا۔ مگر تمہیں ان ظالموں کے پنجے سے کون بچائے گا؟''

کیلاش نے کہا۔

"میرے آقا! جس نے زندگی دی ہے۔ اسی کے ہاتھ میں موت بھی ہے۔ اگر میرے خدا نے میری موت ان کے ہاتھوں لکھدی ہے تو مجھے دنیا کی کوئی طاقت بچا نہ سکے گی۔ اور اگر میری زندگی باقی ہے تو یہ سارے جنگل کے ناگے مل کر بھی میرا بال تک بیکا نہیں کر سکتے"۔

"بہر حال اس کا فیصلہ کل صبح ہو جائے گا کہ تمہاری موت خدا نے لکھی ہے یا نہیں.............."

"میرے آقا! آپ نے میری زندگی میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ میری زندگی بالکل بدل کر رکھدی ہے۔ مجھے اپنے خدا پر پورا بھروسہ ہے۔ جو اس کو منظور ہوگا وہی مجھے منظور ہوگا"۔

عنبر بہت خوش ہوا کہ خدا پر کیلاش کا اس قدر زیادہ ایمان ہوگیا تھا۔ حالانکہ کل تک وہ ایک چور، قاتل اور ڈاکو تھا۔ اُس کے دل نے فیصلہ کرلیا کہ وہ کیلاش کو ہرگز ناگاؤں کے ہاتھوں قتل نہیں ہونے

دے گا۔ چاہے اس کے لئے اسے کچھ ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ وہ کنیز کی روح کو اس کی مرضی کے خلاف ایک بار پھر بلا لے گا۔ خود نا گاؤں کو متاثر کرنے کی کوشش کرے گا۔ اور اگر کچھ نہ ہو سکا تو مجبوراً بہرام جن کو بلا کر اس کی منت کرے گا۔ مگر کیلاش ایسے خدا پرست انسان کو کبھی نہیں مرنے دے گا۔ وہ صبح ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

باہر آسام کا گھنا جنگل سائیں سائیں کر رہا تھا۔

تارا دیوی

اب ذرا یہ بھی دیکھیں کہ ماریا کس حال میں ہے اور کہاں ہے؟

آدم خوروں کے چنگل سے نکل کر ماریا نے جنگل میں پھر اپنی رہ لی۔ وہ گھوڑے پر سوار چلی جا رہی تھی۔ اسے بھوک لگتی تو جنگلی پھلوں اور پہاڑی ندی نالوں سے اپنی پیاس بجھا لیتی۔ وسطی ہند کے جنگل تھے کہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتے تھے۔ سفر کرتے کرتے وہ تنگ آ گئی تھی۔ اُسے کچھ بھی تو معلوم نہ تھا کہ اس کو اس کے بھائی کہاں ملیں گے بس وہ خدا کے بھروسے پر ہمت کر کے چلی جا رہی تھی۔ وہ اس مقام پر پہنچی جہاں آدم خوروں نے عنبر کو گرفتار کر لیا تھا تو اس نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ آگ جلائے بیٹھے ہیں۔ اور ایک دوسرے قبیلے کے

وحشی آدمی کو بھون کر کھا رہے ہیں۔ ماریا کا دل کانپ گیا۔

وہ سمجھ گئی کہ یہ آدم خوروں کا قبیلہ ہے۔ اور یہ اپنے کسی دشمن کو ہلاک کر کے کھا رہے ہیں۔ ان لوگوں کے بارے میں ماریا نے بہت پہلے کچھ سن رکھا تھا۔ اگر وہ غائب نہ ہوتی تو آدم خور اسے بھی معاف نہ کرتے۔ وہ اسے بھی پکڑ کر کھا جاتے۔ ماریا نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ غائب ہو کر وہاں کھڑی تھی۔ وہ گھوڑے پر بیٹھی ایک درخت کے نیچے چپ چاپ کھڑی آدم خوروں کو انسانی جسم کا گوشت کھاتے دیکھ رہی تھی۔ اگر وہ ابھی تک زندہ ہوتا تو ماریا ضرور اس کی جان بچا لیتی۔ مگر وہ پہلے ہی مر چکا تھا۔ اب وہ دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا تھا۔ ماریا نے سوچا کہ ان آدم خوروں کو ان کے گناہ کی ضرور سزا ملنی چاہئے۔ کچھ ایسا کرنا چاہئے کہ آئندہ سے یہ لوگ کسی آدمی کو ہلاک کر کے نہ کھائیں۔ اس نے گھوڑے پر بیٹھے درخت کی ایک شاخ توڑ کر آدم

خوروں کے درمیان میں پھینک دی۔

آدم خور ایک دم ٹھٹھک گئے۔

انہوں نے جانوروں ایسی چمکیلی آنکھیں گھما کر چاروں طرف دیکھا۔ پھر انہوں نے خیال کیا کہ یہ ٹہنی ضرور کسی بندر نے درخت سے توڑ کر نیچے پھینکی ہے۔ ماریا نے سوچا کہ کوئی اور کام کرنا چاہئے۔ چنانچہ وہ آگے بڑھ کر وحشیوں کے قریب آ گئی۔ گھوڑے کی ٹاپ وحشیوں نے سنی تو چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ مگر وہاں کوئی بھی نظر نہ آیا۔ وہ پھر کھانے میں مشغول ہو گئے۔ اس دفعہ ماریا نے گھوڑے کی باگیں یوں کھینچی کہ وہ زور زور سے ہنہنایا۔ گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سن کر وحشی چونکنے ہو گئے۔

وہ بڑا تعجب کر رہے تھے کہ آواز کہاں سے آئی ہے۔ جبکہ ان کے اردگرد کوئی گھوڑا موجود نہیں تھا۔ ماریا نے زور سے ایک چھینک

ماری۔ اب تو وحشی لوگ بے حد گھبرا گئے۔ انہیں محسوس ہوا کہ کوئی شخص گھوڑا لیے ان کے پاس کھڑا ہے۔ مگر انہیں دکھائی نہیں دے رہا۔

ماریا گھوڑے پر سے اتر کر پرے ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ جونہی وہ گھوڑے پر سے اتری گھوڑا ظاہر ہو گیا۔ اور سب کو دکھائی دینے لگا۔ وحشی آدم خور ایک دم اپنے قریب ایک گھوڑے کو دیکھ کر بے حد حیران ہوئے کہ یہ کہاں سے آ گیا؟

انہوں نے محسوس کیا کہ دیوتا ان کے علاقے میں آسمان سے اتر کر زمین پر آ گیا ہے۔ وہ گھوڑے کے اردگرد جمع ہو گئے اور اسے بڑی عقیدت سے دیکھنے لگے۔

ایک وحشی نے کہا یہ گھوڑا اگن دیوتا کا ہے۔

سارے وحشی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ماریا کے گھوڑے کو دیکھنے لگے۔ ایک وحشی نے آگے بڑھ کر گھوڑے کو سجدہ کر دیا۔ بس پھر کیا تھا۔

اپنے سردار کو سجدے میں گرتا دیکھ کر سارے کے سارے وحشی سجدے میں گر گئے۔ ماریا نے موقع غنیمت جانا اور اچک کر گھوڑے پر سوار ہو گئی۔ اس کے گھوڑے پر سوار ہوتے ہی گھوڑا ایک بار پھر غائب ہو گیا۔ وحشی سجدے میں سے اٹھے تو یہ دیکھ کر ڈر گئے کہ گھوڑا پھر سے غائب تھا وہ ابھی ڈر ہی رہے تھے کہ ماریا نے زمین پر پڑا ہوا پانی کا کٹورا اٹھا کر سارا پانی آگ پر گرا دیا۔ آگ یکدم بُجھ گئی۔ وحشی اونچی اونچی آواز میں منتر پڑھنے لگے۔ ایک عجیب بات تھی کہ ماریا کو ان کی زبان پوری طرح سمجھ میں آ رہی تھی۔

وہ آگ کے دیوتا کی تعریف میں منتر پڑھ رہے تھے۔

ماریا نے ان ہی کی آواز میں کہا۔

"اے لوگو! میں آگ کے دیوتا کی بیوی تم سے بول رہی ہوں"۔ "میری بات کو غور سے سنو"۔

سارے کے سارے وحشی دم سادھ کر چپ ہو گئے۔ جنگل میں یکلخت گہرا سناٹا طاری ہو گیا۔ ماریا نے کہا۔

"اے سردار! آگے آ جاؤ۔ میں تمہارے لئے آگ کے دیوتا کا خاص پیغام لائی ہوں"۔

وحشیوں کا سردار آگے بڑھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ رکھے تھے۔ اور وہ آسمان کی طرف سے آ رہی ہے۔ اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اے عظیم دیوی! اے عظیم اگن دیوتا کی بیوی تارا! کیا حکم ہے ہم تمہارے حکم کے غلام ہیں"۔

ماریا کو معلوم ہوا کہ آگ کے دیوتا کی بیوی کا نام تارا دیوی ہے۔ اُس نے کہا۔

"اگن دیوتا نے حکم دیا ہے کہ اے وحشی سردار! تیرے گوشت کو

بھون کر اس کے حضور پیش کیا جائے"۔

یہ سنکر تو وحشی سردار روتے ہوئے سجدے میں گر پڑا۔

"معاف کر دو دیوی! میرے بچوں کے لئے مجھے معاف کر دو"۔

ماریا نے رعب دار آواز میں کہا۔

"ہرگز نہیں۔ آگ کا دیوتا تم سے ناراض ہے۔ اس نے تمہارے

گوشت کی خواہش کی ہے۔ وہ تمہارا گوشت بھون کر کھانا چاہتا ہے"۔

سردار نے سر زمین پر مار مار کر کہا۔

"عظیم دیوی تارا! آگ کے دیوتا سے میری جان بخشی کی سفارش

کرو میری جان بخشی کرا دو"۔

ماریا نے کہا۔

"یہ ایک شرط پر ہو سکتا ہے"۔

سردار نے سر اٹھا کر کہا۔

”دیوی! وہ کونسی شرط ہے۔ میں ہر حالت میں شرط پوری کروں گا“۔ ماریا نے کہا۔

”اگر تم لوگ وعدہ کرو کہ آئندہ سے تم کسی انسان کو نہیں کھاؤ گے تو میں اپنے خاوند کے آگے تمہاری جان بخشی کی سفارش کروں گی“۔

سردار نے ہاتھ جوڑ کر گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

”میں اگن دیوتا کی قسم کھا کر وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی کسی انسان کو بھون کر نہیں کھاؤں گا۔ صرف میں ہی نہیں بلکہ میرے قبیلے میں سے کبھی کوئی شخص کسی انسان کا شکار نہیں کرے گا۔ خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو“۔

”اور اگر تم اپنے وعدے سے پھر گئے تو“؟

”ہرگز نہیں، ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ ہم اگر اپنے وعدے سے پھر گئے تو میں سب سے پہلے اپنا گوشت بھون کر اگن دیوتا کی بھینٹ

کروں گا"۔

ماریا خوش ہوگئی کہ اس نے اپنے غائب ہونے کا اچھا فائدہ اٹھایا۔ اسے معلوم تھا کہ یہ وحشی لوگ اپنے وعدے اور قسموں کے بڑے پابند ہوتے ہیں۔ اگر یہ ایک بار قسم کھالیں تو اس پر سے کبھی نہیں پھرتے۔ اسی طرح اگر یہ ایک بار قسم کھالیں تو چاہے ان کی جان چلی جائے مگر وہ اپنی قسم کبھی نہیں توڑیں گے۔

"ٹھیک ہے اے سردار! میں اگن دیوتا کو راضی کرلوں گی کہ وہ تمہیں کچھ نہ کہے۔ اور تمہیں بھون کر کھانے کا حکم واپس لے لے"۔

سارے وحشی ایک زبان ہو کر بولے۔

"تارا دیوی کی جے ہو"۔

ماریا نے اسی رعب دار آواز میں عنبر اور ناگ کے بارے مین پوچھا، کیونکہ اسے معلوم تھا کہ وہ دونوں اسی راستے سے گزرے ہیں۔

اور یہ کبھی نہیں ہو سکتا تھا کہ ان کا ان آدم خور وحشیوں سے ٹکراؤ نہ ہوا ہو۔

اُس نے کہا۔

"کیا اِدھر سے کوئی ایسا انسان بھی گزرا ہے۔ جس کو تم لوگوں نے بھون کر کھانے کی کوشش کی ہو۔ اور اُس پر آگ نے اثر نہ کیا ہو"؟

وحشی سردار نے کہا۔

"ہاں تارا دیوی! ایک ایسا انسان یہاں سے دو روز پہلے گزرا تھا۔ وہ کوئی دیوتاؤں کے قبیلے سے تھا۔ ہم نے اسے آگ پر رکھا آگ نے اسے جلانے سے انکار کر دیا۔ پھر ہم نے اس پر کھولتا ہوا گرم گرم پانی ڈالا۔ اس کے جسم پر گرم پانی کا کچھ اثر نہ ہوا۔ پھر ہم نے اس کے جسم میں نیزے چبھوئے وہ پھر بھی زندہ رہا..........

اے تارا دیوی! وہ ایک دیوتا تھا"۔

ماریا سمجھ گئی کہ سردار عنبر کا ذکر کر رہا ہے۔ اُس نے پوچھا۔

"کیا اُس کے ساتھ کوئی دوسرا شخص بھی تھا"؟

وحشی سردار نے کہا۔

"نہیں اے عظیم تارا دیوی! وہ عظیم شخص اکیلا تھا"۔

"کیا اُس کے پاس کوئی سانپ بھی نہیں تھا"؟

"نہیں اے عظیم دیوی! اُس کے پاس کوئی سانپ بھی نہیں تھا۔ صرف ایک گھوڑا تھا۔ اور ایک چھوٹی سی صندوقچی تھی"۔

ماریا کے کان کھڑے ہو گئے۔ اُس نے پوچھا۔

"اُس صندوقچی میں کیا تھا"؟

سردار نے کہا۔

"میں نے صندوقچی کھول کر نہیں دیکھی اے دیوی"۔

ماریا کچھ پریشان ہو گئی۔ کہ ناگ کہاں چلا گیا تھا؟ وحشی سردار کی باتوں سے ہی ظاہر ہو رہا تھا کہ عنبر اکیلا سفر کر رہا ہے۔ اور ناگ اُس

کے ساتھ نہیں ہے۔تو کیا اس سے بچھڑ گیا ہے؟ پھر اس صندوقچی میں کیا تھا؟ کیا عنبر نے ناگ کو صندوقچی میں بند کر رکھا تھا؟ وہ سوچ سوچ کر پریشان ہوگئی۔لیکن کم از کم اسے اس بات کا اطمینان ہوگیا، کہ وہ درست سمت میں سفر کر رہی ہے۔اور اگر وہ رات کو بھی سفر کرے تو ایک دن میں عنبر کے پاس پہنچ جائے گی۔اسے یہ سوچ کر بڑا حوصلہ ہوا۔کہ وہ اپنے بھائی سے عنقریب ملنے والی ہے۔اپنے دوسرے بھائی ناگ کے بارے میں وہ پریشان ضرور تھی کہ آخر وہ عنبر کے ساتھ کیوں نہیں ہے؟ وہ کہاں چلا گیا؟

ماریا نے بلند آواز میں کہا۔

"اے قبیلے کے سردار! اب میں جارہی ہوں۔میں اگنی دیوتا سے تمہاری جان بخشی کرالوں گی۔مگر یاد رکھنا۔ہرگز ہرگز آج سے کسی انسان کو شکار نہ کرنا"۔

سردار نے سر جھکا کر کہا۔

"کبھی نہیں عظیم تارا دیوی! ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ آج سے ہمارے قبیلے میں انسان کا گوشت حرام ہوگیا ہے۔ لیکن دیوی! جاتے ہوئے ہمیں کچھ نشانی ضرور بتاتی جانا"۔

ماریا سمجھ گئی کہ ان لوگوں میں یہ دستور چلا آرہا ہے کہ جب بھی ان کے پاس کوئی دیوتا یا جن بھوت آتا ہے تو جاتی دفعہ کوئی نہ کوئی نشانی ضرور دے کر جاتا ہے۔ جس سے یہ لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ دیوتا اب وہاں نہیں ہے۔ ماریا نے کہا۔

"میری نشانی یہ ہوگی۔ کہ میں جاتی ہوئی اس سامنے والے درخت کی نیچے لٹکتی ہوئی ٹہنی توڑ جاؤں گی"۔

"دیوتا تمہارے نگہبان ہوں اے عظیم دیوی"!

ماریا گھوڑے پر سوار وہاں سے چلی تو درخت کی نیچی لٹکتی ہوئی

شاخ کو اس نے ہاتھ سے پکڑ کر توڑ دیا۔ شاخ کو اپنے آپ ٹوٹ کر زمین پر گرتے دیکھ کر سارے وحشیوں نے خوشی سے اگن دیوتا کی فتح کا نعرہ لگایا۔ اور پھر سجدوں میں گر گئے۔ ماریا ان کو وہیں سجدے میں چھوڑ کر آگے نکل گئی۔ اب وہ یہی چاہتی تھی کہ دن رات سفر کر کے کسی نہ کسی طرح اپنے بھائیوں سے جا ملے۔ جنگل کا راستہ اب ذرا کھلا ہو گیا تھا۔ اور پہاڑی ڈھلانیں شروع ہو گئیں تھیں۔ ماریا نے گھوڑے کو قدم قدم چلانے کی بجائے دلکی چال چلانا شروع کر دیا۔ جہاں کچی سڑک صاف ہوتی وہ گھوڑے کو دوڑانا شروع کر دیتی۔

راستے میں اس نے ایک ہاتھی کو سڑک کے عین درمیان میں بیٹھے ہوئے دیکھا، ہاتھی نے سونڈ اوپر اٹھا کر انسان کی بو محسوس کی مگر وہ بڑا حیران ہوا کہ انسان کی بو تو بہت تیز آ رہی ہے مگر انسان کہیں دکھائی نہیں دے رہا۔ پھر اس نے گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنی۔ وہ

ہوشیار ہو کر سونڈ کو چاروں طرف گھمانے لگا۔ ماریا رک گئی۔ سوائے اس سڑک کے اور کوئی راستہ نہ تھا جہاں سے گذر کر ماریا آگے نکل سکتی۔ دائیں بائیں گھنی جھاڑیاں تھیں کہ ان میں سے گھوڑا نہیں گذر سکتا تھا۔ وہ خاموش کھڑی ہاتھی کے اٹھ کر چلے جانے کا انتظار کرنے لگی۔

ہاتھی کو انسان کی بڑی تیز بو آنے لگی تھی۔ وہ بے چین ہو کر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور جدھر سے بو آ رہی تھی سونڈ لہراتا اس طرف آگے بڑھا۔ دس قدم کے فاصلے پر ماریا گھوڑے پر سوار کھڑی تھی۔ وہ پریشان سی ہو گئی۔ کہ ہاتھی نے اس پر سونڈ سے حملہ کر دیا تو وہ کیا کرے گی۔ ہاتھی انسان کی بو پا کر ٹھیک اس کی سیدھ میں آتا ہے اور اس وقت اگر کوئی اس کی آنکھوں پر پٹی بھی باندھ دے پھر بھی وہ کبھی غلطی نہیں کھاتا۔ اور ٹھیک انسان کے سر پر پہنچ جاتا ہے۔ ہاتھی کی

چھٹی حس بڑی تیز ہوتی ہے۔

ہاتھی کی سونڈ اس کے سامنے فضا میں بلکہ آنکھوں کے آگے لہرا رہی تھی۔ قریب تھا کہ ہاتھی اس کے چہرے پر سونڈ مار کر حملہ کر دے۔ کیونکہ اس کے جسم میں سے اٹھتی ہوئی بو نے ہاتھی کو بتا دیا تھا کہ وہ کہاں کھڑی ہے۔ ماریا گھوڑے پر سے اتر پڑی۔ ہاتھی نے اپنے سامنے ایک گھوڑے کو دیکھا تو غصے سے پاگل ہو گیا۔ اس نے دیوانہ وار ہوا میں سونڈ چلانی شروع کر دی۔ ماریا نے گھوڑے کو پیچھے ہٹا لیا۔ ہاتھی اور آگے بڑھ آیا۔ اس نے گھوڑے کو اور پیچھے کر لیا۔ جوں جوں وہ پیچھے ہٹتی گئی، ہاتھی آگے بڑھتا گیا۔ ماریا تنگ آ گئی۔

آخر وہ گھوڑے پر سوار ہو گئی۔ گھوڑا غائب ہو گیا۔ ہاتھی نے گھوڑے کو غائب ہوتے دیکھا تو ٹھٹھک گیا ماریا گھوڑے پر سے اتر آئی۔ گھوڑا ظاہر ہو گیا۔ ہاتھی آگے بڑھا..... ماریا پھر گھوڑے پر سوار ہو گئی۔ گھوڑا

پھر غائب ہو گیا۔ ہاتھی رک گیا۔ چوتھی بار ماریا نے گھوڑے کو ظاہر کر کے غائب کیا تو ہاتھی چیخ مار کر سڑک پر سے اتر کر جنگل میں بھاگ گیا۔ ہاتھی نے گھوڑے کو بھوت پریت سمجھا تھا۔ اور جانور بھوت پریت سے بڑے ڈرتے ہیں۔

ہاتھی دفع ہوا تو ماریا نے اطمینان کا سانس لیا۔ اس کمبخت نے نہ صرف اس کا ناک میں دم کر دیا تھا بلکہ اس کی راہ بھی کھوٹی کر دی تھی۔ اب سامنے راستہ بالکل صاف تھا اور جنگل کے بیچ میں سے دور تک چلا گیا تھا۔ ماریا نے اس راستے پر گھوڑے کو بھگانا شروع کر دیا.......

کافی دور تک وہ گھوڑے کو بھگاتی چلی گئی۔ جنگل میں سڑک بائیں طرف گھوم گئی۔ یہاں ایک ندی آ گئی۔ ندی کافی چوڑی تھی اور اس پر کوئی پل وغیرہ نہیں تھا۔ ماریا سوچنے لگی۔ کہ وہ اس کو کیسے عبور کرے۔ اُس نے سوچا وہ پانی میں گھوڑا ڈال دے۔ پھر اسے خیال

آیا کہ پانی گہرا ہوا تو گھوڑا کہیں ڈوب نہ جائے۔ وہ کنارے کنارے چلنے لگی۔ اس خیال سے کہ شاید آگے چل کر اسے کوئی پل مل جائے۔ وہ کافی دور تک چلتی چلی گئی۔ مگر کوئی پل نہ ملا، وہ پریشان ہوگئی۔ آخر اس نے خدا کا نام لے کر ندی میں گھوڑا ڈال دیا۔ پہلے تو گھوڑا پانی میں گردن تک غڑاپ سے ڈوب گیا۔ گھوڑا اعلیٰ نسل کا تھا۔ اس نے تیرنا شروع کر دیا...... تیرتے تیرتے وہ ندی کے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔ ماریا نے گھوڑے پر سے اتر کر اپنے کپڑے نچوڑ کر سکھائے۔ اور سوچنے لگی کہ رات بسر کرے یا سفر جاری رکھے۔ کیونکہ شام ہونے لگی تھی۔

ماریا جلدی سے جلدی اپنے بھائیوں سے ملنا چاہتی تھی۔ اس لئے اس نے سوچا کہ وہ راستے میں کسی جگہ رک کر رات بسر نہیں کرے گی۔ اور سفر جاری رکھے گی۔ چنانچہ وہ گھوڑے پر سوار ہوگئی۔

اور گہرے ہوتے اندھیرے میں آگے بڑھنے لگی۔ اب ایک دفعہ پھر جنگل گھنا ہونے لگا تھا۔ ایک پتلی سی پگ ڈنڈی تھی جو جنگل کے بیچ میں سے گذر رہی تھی۔ ماریا گھوڑے کو قدم قدم آگے بڑھاتی رہی۔ چلتے چلتے اسے رات ہوگئی۔ اور جنگل میں ہولناک خاموشی طاری ہوگئی۔ وہ ڈر بھی رہی تھی۔ اسے طرح طرح کے جنگلی درندوں کا بھی ڈر تھا۔ اچانک اسے شیر کی دھاڑ سنائی دی۔ وہ ایک طرف ہو کر کھڑی ہوگئی۔ یہ آواز جنگل میں دور سے آئی تھی۔ اس نے سوچا کہ وہ کیا کرے؟ وہیں رک جائے یا آگے بڑھے؟ آخر وہ آگے چل دی۔

قربانی کے شعلے

آدھی رات کو شیر کی دھاڑ پھر سنائی دی۔

ماریا اس وقت ایک پہاڑی درے میں سے گذر رہی تھی۔ اُس کے ارد گرد اونچے درخت تھے۔ شیر کی آواز سن کر درختوں پر سوئے ہوئے بندر بیدار ہو گئے۔ اور خوخو کرنے لگے۔ ماریا سہم گئی۔ کیوں کہ شیر کی آواز اب بالکل قریب سے سنائی دی تھی۔ ماریا نے سوچا کہ ہاتھی سے تو وہ بچ گئی تھی۔ اب شیر سے شاید وہ کبھی نہ بچ سکے گی۔ اس نے پگڈنڈی پر ہی گھوڑے کو تیز تیز چلانا شروع کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ وہاں سے بھاگ نکلنے گی۔ اور شیر سے دور چلی جائے گی۔ مگر یہ اس کا خیال تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ تھوڑی دور آگے ہی شیر اس کی راہ دیکھ

رہا تھا۔

وہ پہاڑی درے سے نکل کر ذرا کھلی جگہ پر آئی تو سامنے برگد کے بڑے سارے درخت کے نیچے ایک دھاریدار شیر منہ پھاڑے کھڑا چاروں طرف گردن گھما کر دیکھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ بھی وہی کچھ ہو رہا تھا جو ہاتھی کے ساتھ ہو چکا تھا۔ یعنی اسے بھی ایک انسان کی بو آ رہی تھی۔ مگر انسان نظر نہیں آ رہا تھا۔ جس سمت سے سیدھی بو آ رہی تھی۔ شیر نے ادھر دیکھا۔ مگر وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔ شیر بو کی سیدھ پہ بڑھنے لگا۔ ماریا کو محسوس ہوا کہ یہ کم بخت شیر بھی کوئی آدم خور شیر تھا۔ ورنہ وہ یوں ایک انسان کی بو کے پیچھے نہ پڑ جاتا۔ اب جگہ ذرا کھلی تھی ماریا نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ اس نے گھوڑے کو دوڑانا شروع کر دیا۔ گھوڑا تیزی سے شیر کے قریب سے گذرا تو شیر بڑا حیران ہوا کہ یہ کیسا گھوڑا ہے کہ جس کی آواز تو آ رہی ہے مگر شکل دکھائی نہیں دے رہی۔ اس

نے بھی پاگل ہو کر گھوڑے کی آواز کے ساتھ بھاگنا شروع کر دیا۔

کیونکہ جس طرف سے گھوڑے کی آواز آ رہی تھی اسی طرف سے

انسان کی بو بھی آ رہی تھی۔ اب آگے آگے گھوڑا بھاگ رہا تھا۔ اور

پیچھے پیچھے شیر بھاگ رہا تھا۔ مگر اس پتھریلے دشوار گذار جنگل میں

گھوڑا شیر کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

چنانچہ شیر گھوڑے کے سر پہ پہنچ گیا۔ اور اس نے یونہی ہوا میں

ایک پنجہ مارا یہ پنجہ گھوڑے کے پہلو سے ہو کر گزر گیا۔ ماریا کی ٹانگ

بڑی مشکل سے بچی۔ اگر وہ گھوڑے کا رخ نہ بدل لیتی تو شیر نے اس

کی ٹانگ کاٹ ڈالی تھی۔ شیر ایسا ضدی آدم خور تھا کہ انسان کی بو کے

پیچھے بھاگا چلا آ رہا تھا۔ حالانکہ اسے کوئی انسان، کوئی گھوڑا، کچھ بھی

دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اچانک ماریا کو خیال آیا کہ اس کے پاس تو وہ

پتھر موجود ہے۔ جس کے رگڑنے سے آگ پیدا ہوتی ہے وہ

جھاڑیوں کے پاس آ کر رک گئی۔ اُس نے جھولے میں سے پتھر نکال
کر انہیں آپس میں زور زور سے رگڑا۔ پتھروں کے رگڑتے ہی
چنگاریاں پیدا ہوئیں۔ یہ چنگاریاں خشک جھاڑیوں پر گریں تو وہاں
آگ لگ گئی۔ خشک جھاڑیوں میں آگ کا شعلہ بلند ہوا۔ آگ کو دیکھ
کر شیر وہیں رک گیا۔ دوسری طرف ماریا کا گھوڑا بھی بدک گیا۔ شیر
پیچھے کودا اور گھوڑا آگے کو بھاگ اٹھا۔ اب ماریا کے لئے گھوڑے کو
روکنا محال ہو گیا۔ آخر بڑی مشکل سے اس نے گھوڑے کی باگیں کھینچ
لیں۔ گھوڑے کی رفتار ہلکی ہو گئی۔ زیادہ تیز رفتاری میں خطرہ تھا کہ
ماریا کسی درخت سے نہ ٹکرا جائے۔ کیونکہ درختوں کا سلسلہ بڑا گنجان
ہو گیا تھا۔ سامنے پہاڑی چڑھائی تھی۔ ماریا چڑھائی چڑھنے لگی۔
رات بڑی خاموش اور کالی تھی۔ آسمان پر ستارے دھیمے دھیمے چمک
رہے تھے........ چڑھائی کے بعد ڈھلان آ گئی۔ ماریا بڑی احتیاط

سے گھوڑے کو لے کر ڈھلان پر سے نیچے اترنے لگی۔ ان پہاڑی
سلسلوں سے وہ محسوس کرنے لگی تھی کہ آسام کہ پہاڑیاں ختم ہو رہی
ہیں اور کوہ ہمالیہ کی ترائی شروع ہونے والی ہے۔

ڈھلان ختم ہوئی تو جنگل کا ایک گھنا تختہ شروع ہو گیا۔ یہاں
درختوں پر جنگلی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں اور بانس کے بیشمار درخت
کھڑے تھے۔ اس بانس کے جنگل سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ وسطی ہند
سے گزر کر آسام کے صوبے میں داخل ہو رہی ہے۔

رات اب کافی ڈھل چکی تھی۔ اور دوسرے دن کی ہلکی ہلکی نیلی
روشنی ہو رہی تھی۔ یہاں درخت اس قدر گنجان تھے کہ گھوڑے پر سوار ہو
کر چلنا مشکل ہو رہا تھا۔ درختوں کی ٹہنیاں اس کر سر سے ٹکرا رہی
تھیں۔

ماریا نے سوچا کہ اسے گھوڑے سے اتر کر چلنا چاہئے۔ وہ

گھوڑے سے نیچے اتر آئی۔ اس کے نیچے اترتے ہی گھوڑا جو پہلے غائب تھا ایک دم سامنے آ گیا۔ ماریا نے اس کی باگ ہاتھ میں تھام لی اور جنگل میں جھاڑیوں کو ادھر ادھر ہٹاتے چلنا شروع کر دیا۔ ابھی اس نے تھوڑا راستہ ہی طے کیا تھا کہ اچانک لوگوں کی آوازیں سنائی دیں۔ ماریا رک گئی۔ قریب ہی ایک چشمہ بہہ رہا تھا۔ اس کی آواز آ رہی تھی۔ ماریا نے سوچا یہ لوگوں کی نہیں بلکہ چشمے کی آواز تھی۔ اس خیال پر وہ دل ہی دل میں ہنس پڑی۔ اُسے پیاس محسوس ہو رہی تھی۔ وہ چشمے پر جھک کر پانی پی ہی رہی تھی کہ اس نے پھر کچھ آوازیں سنیں۔ اب اس نے پلٹ کر دیکھا تو چھ سات ناگا قبیلے کے نیم عریاں جنگلی اس کے گھوڑے کو باگ سے پکڑ کے کھینچے لئے جا رہے تھے اور آپس میں ہنس ہنس کر خوشی سے باتیں بھی کر رہے تھے کہ انہیں ایک شاندار گھوڑا ہاتھ آ گیا ہے۔ وہ حیران بھی تھے کہ ایسا اچھی نسل کا

گھوڑا وہاں کیسے آ گیا؟ وہ مڑ مڑ کر پیچھے بھی دیکھ رہے تھے کہ شاید اس گھوڑے کا سوار کہیں کسی جگہ چھپا ہوا ہو۔ ماریا انہیں نظر ہی نہیں آ رہی تھی۔ وہ ان کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ اور ساتھ ساتھ موقع کی تلاش بھی کر رہی تھی کہ کس طرح چھلانگ لگا کر گھوڑے پر سوار ہو جائے لیکن وہ جنگلی ناگے آپس میں یوں گتھم گتھا ہو کر گھوڑے کے ارد گرد چل رہے تھے کہ اسے ذرا سی بھی جگہ نہ مل رہی تھی۔

ماریا عاجز آ گئی کہ یہ عجیب نئی مصیبت سے پالا پڑ گیا۔

انسان زندگی میں کبھی ایسی مصیبت میں بھی پھنس جاتا ہے کہ جس کو وہ مصیبت سمجھتا ہے لیکن اصل میں وہ اس کے لئے رحمت ہوتی ہے۔ ماریا کو معلوم ہی نہیں تھا کہ یہ ناگے جس طرف اسے اور اس کے گھوڑے کو لے جا رہے ہیں وہاں ایک جھونپڑی میں اس کا بھائی عنبر قید ہے۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں ناگاؤں نے ایک دن پہلے تیر چلا کر عنبر

اور اس کے ساتھی کیلاش کو گرفتار کیا تھا۔ اور دن چڑھے اس کی کھال ادھیڑ کر سردار کے خیمے کے باہر لٹکانے والے تھے۔

ماریا بے خبر تھی۔ وہ قسمت کو کوس رہی تھی۔ اور اب بھی موقع کی تلاش میں تھی کہ کسی طرح گھوڑے پر چھلانگ کر بیٹھ جائے........

کیونکہ اس کے بیٹھنے سے گھوڑا اپنے آپ گم ہو جاتا تھا۔ یوں وہ ان جنگلی ناگاؤں کے چنگل سے بچ سکتی تھی۔ لیکن ناگاؤں نے گھوڑے کے ارد گرد گھیرا ڈال رکھا تھا اور کھینچتے ہوئے اپنے سردار کے ڈیرے کی طرف لئے جا رہے تھے۔ ماریا اپنی قسمت کو کوستی ہوئی ساتھ ساتھ چلی جا رہی تھی۔

اب صبح کی روشنی جنگل میں پھیل گئی تھی اور صاف نظر آنے لگا تھا۔ ماریا نے دیکھا کہ ناگاؤں کا لباس سوائے ایک لنگوٹی کے اور کچھ نہیں تھا۔ انہوں نے کندھوں پر تیر کمان لٹکا رکھے تھے۔ ہاتھوں میں نیزے

تھے، اور خدا جانے کس زبان میں باتیں کرتے چلے جارہے تھے۔ اُن کے چہرے پر نیلے رنگ کے نشان بنے ہوئے تھے۔ آخر وہ درختوں کے درمیان ایک کھلی جگہ پر آ کر رک گئے۔ گھوڑے کو دیکھ کر اردگرد جھونپڑیوں سے کئی ایک وحشی جنگلی ناگے نکل آئے...... بڑی حیرانی سے گھوڑے کو دیکھ رہے تھے' جس پر زین کسی ہوئی تھی' اور پانی کی چھاگل بھی لٹک رہی تھی۔

اتنے میں ایک جھونپڑے کے اندر سے ایک ایسا ادھیڑ عمر کا ناگا باہر نکلا جس کے سر پر نیلے رنگ کے پروں کی کلغی تھی۔ اس کو دیکھ کر سارے ناگے ادب سے پرے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ وہ ناگاؤں کا سردار معلوم ہو رہا تھا۔ اس نے بڑی خوشی اور مسرت کے ساتھ گھوڑے کو دیکھا اور اس کی گردن پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ ماریا آگے بڑھی۔ اب موقع تھا کہ وہ چھلانگ مار کر گھوڑے پر سوار ہو جائے۔ وہ

چھلانگ لگانے ہی لگی تھی کہ اس سے پہلے ناگا سردار چھلانگ لگا کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

ماریا سر پیٹ کر رہ گئی۔ اب اگر وہ گھوڑے پر سوار ہو جاتی تو اس کے ساتھ ناگا سردار بھی غائب ہو جاتا اور جہاں وہ جاتی ' ناگا سردار بھی ساتھ ہی جاتا۔ یہ ماریا کو ہرگز گوارا نہ تھا۔ چنانچہ وہ ایک طرف درخت کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی۔ اور دیکھنے لگی کہ وہ جنگلی ناگے اس کے گھوڑے کو کب کھلا چھوڑتے ہیں۔ اس نے ارادہ کر رکھا تھا کہ جونہی سردار گھوڑے پر سے اترے گا وہ فوراً اس پر سوار ہو کر گھوڑے سمیت گم ہو جائے گی۔ اور اپنے بھائی کی تلاش میں چل پڑے گی۔

اس کو کیا خبر تھی کہ جس کی تلاش میں وہ جنگل جنگل بھٹکتی پھر رہی ہے وہ اس کے تھوڑے فاصلے پر ہی ایک جھونپڑی میں قید ہے۔ اور موت کا انتظار کر رہا ہے۔ سردار ابھی تک گھوڑے پر سوار تھا بلکہ وہ

گھوڑے پر سوار بڑی شان سے ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ زندگی میں پہلی بار گھوڑے پر سوار ہوا ہے۔ اس کے پاؤں زمین پر نکلتے ہی نہ تھے۔ وہ اکڑ اکڑ کر گھوڑے پر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

جھونپڑیوں میں آگ جلا دی گئی تھی اور لوہے کی ایک سلاخ گرم کرنے کے لئے ڈال دی گئی تھی۔

ماریا حیران ہوئی کہ یہ لوہے کی سلاخ کس کے لئے سرخ کی جا رہی ہے؟ کیا یہ میرے گھوڑے کو داغنا چاہتے ہیں؟ اگر انہوں نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو میں گھوڑے پر سوار ہو کر اُسے غائب کر دوں گی۔ ناگا وحشیوں نے آگ کے ارد گرد رقص کرنا شروع کر دیا' وہ عجیب اوٹ پٹانگ آوازوں میں گیت بھی گا رہے تھے۔ اور رقص بھی کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد سردار بھی گھوڑے سے اتر کر رقص میں شامل ہو گیا۔ ماریا اسی وقت کا انتظار کر رہی تھی۔

وہ جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھی اور گھوڑے کی طرف بڑھی، گھوڑا خالی ایک طرف کھڑا تھا۔ اس نے ماریا کی بو محسوس کر لی تھی، اور خوشی سے ہنہانے لگا۔ سردار نے پلٹ کر گھوڑے کی طرف دیکھا کہ وہ ہنہنا کیوں رہا ہے؟ اس عرصے میں ماریا اس کے پاس پہنچ کر گھوڑے پر سوار ہو چکی تھی۔ سردار کی آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہی دیکھتے گھوڑا غائب ہو گیا۔ سردار کی تو آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس نے چیخ مار کر رقص بند کرا دیا اور بھاگ کر درخت کے نیچے اس جگہ کو جھک کر غور سے دیکھنے لگا۔ جہاں ابھی ابھی گھوڑا کھڑا تھا۔ مگر وہاں گھاس پر سوائے گھوڑے کے پاؤں کے مدھم سے نشانوں کے اور کچھ نہیں تھا۔ ماریا گھوڑے کو لے کر پرے ہٹ گئی تھی۔ اور چپ چاپ کھڑی تھی۔ وہ اس انتظار میں تھی کہ یہ لوگ ذرا پرے ہٹیں تو وہ گھوڑے کو بھگا کر وہاں سے لے جائے۔

سردار نے اپنی زبان میں ناگاؤں سے کہا کہ ابھی ابھی گھوڑا یہاں کھڑا تھا' پھر وہ کہاں غائب ہو گیا؟ ناگا بھی حیرانی سے ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے کہ یہ ماجرا کیا ہوا۔ کیونکہ انہوں نے بھی گھوڑے کو وہاں کھڑے دیکھا تھا۔

ایک ناگا نے کہا۔

"وہ کوئی دیوتا تھا"

دوسرا بولا۔

"وہ نندی دیوی کا روپ تھا"

تیسرے نے کہا۔

"دیوتا گھوڑے کے روپ میں بھی آیا کرتے ہیں"

سردار نے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر دیوتا اپنے پجاریوں سے ملے بغیر نہیں جایا

کرتے۔ وہ اپنے غلاموں سے بات ضرور کرتے ہیں۔ اگر یہ گھوڑا ہمارے نندی دیوتا کا روپ تھا تو پھر دیوتا نے ہم سے کوئی بات کیوں نہیں کی؟"

ایک ناگا بولا۔

"شاید وہ ہمارے درمیان اب بھی موجود ہے۔ شاید وہ ہم سے بات کرے گا"...............

سردار نے کہا۔

"دیوتا نندی ہم سے اپنی قربانی مانگنے آیا ہے۔ ہمارے بھاگ جاگ اٹھے ہیں کہ دیوتا خود قربانی لینے یہاں آیا۔ جے ہو نندی دیوتا کی"..............

اس نعرے کے ساتھ ہی ناگا وحشیوں نے آگے کے گرد رقص کرنا شروع کر دیا۔ ماریا کے لئے یہ ایک سنہری موقع تھا۔ وہ گھوڑے پہ

سوار قدم قدم چلاتی وہاں سے نکل کر جنگل میں آئی اور وہاں پہنچ کر اس نے گھوڑے کو ایڑی لگائی۔ گھوڑا درختوں کے نیچے نیچے بھاگنے لگا۔ ماریا نے اپنا سر نیچے کر لیا تھا اور گھوڑا دلکی چال چلتا بھاگا چلا جا رہا تھا، وہ اپنے خیال میں مصیبت سے بچ کر نکل آئی تھی۔

بد نصیب بہن کی قسمت میں شاید ابھی بھائی کا ملاپ نہیں تھا یہی وجہ تھی کہ وہ عین اس وقت وہاں سے بھاگ آئی تھی جبکہ ناگو وحشی اس کے قیدی بھائی کو جھونپڑی سے باہر نکالنے ہی والے تھے۔ یہ بھی قسمت کا ایک عجیب کھیل تھا کہ بہن اتفاق سے بھائی کے بالکل قریب پہنچی اور پھر دور ہو گئی۔ دن کافی چڑھ آیا تھا۔ ادھر ماریا گھوڑے پر سوار بھاگی چلی جا رہی تھی اور ادھر اس کے بھائی کو اور اس کے ساتھی کیلاش کو قربانی کے لئے جھونپڑی سے باہر نکالا جا رہا تھا۔ سردار سب سے پہلے ان دونوں کی آنکھیں گرم سلاخوں سے داغنا چاہتا تھا۔

کیونکہ یہ ان کے نندی دیوتا کو بہت اچھا لگتا تھا' اور چونکہ دیوتا خود
ناگاؤں میں موجود تھا۔ اس لئے وہ اپنے دیوتا کی خوشی کے لئے پہلے
قیدیوں کی آنکھیں نکالنا چاہتے تھے۔

رات بھر جھونپڑی میں جکڑے رہنے کے بعد کیلاش چور کا تو بہت
برا حال ہو رہا تھا۔ اس کا چہرہ ایک ہی رات میں اتر گیا تھا۔ موت کے
خوف نے اسے زرد اور کمزور بنا دیا تھا۔ وہ لڑکھڑا کر چل رہا تھا۔ عنبر
اُسے حوصلہ دے رہا تھا مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ اس کے
مقابلے میں عنبر بالکل ٹھیک اور ہشاش بشاش تھا اور کیوں نہ ہوتا' اس کو
تو اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ مر نہ سکے گا۔ نہ اس پر تلوار اثر کرے گی' نہ
تیر اور بھالا اثر کرے گا۔ اسے بھی معلوم نہ تھا کہ اس کی بہن ماریا ابھی
ابھی وہاں کھڑی تھی۔ اگر اسے خبر لگ جاتی تو وہ اسی وقت اس کی
تلاش میں نکل کھڑا ہوتا' چاہے اُسے سارے کے سارے ناگا وحشیوں

کو قتل ہی کیوں نہ کر دینا پڑتا۔

عنبر نے کیلاش کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

"کیلاش! ہمت کیوں ہار بیٹھے ہو۔ میں نے تمہیں کہا نہیں ہے کہ تمہیں کوئی کچھ نہ کہہ سکے گا۔ اگر ان لوگوں نے تمہیں کچھ کہا تو میں تمہاری ضرور مدد کروں گا۔ تم پریشان کیوں ہو رہے ہو"۔

کیلاش کو اپنی موت سامنے کھڑی نظر آ رہی تھی' اُس نے کہا۔

"بھائی عنبر! کیا کروں۔ یقین نہیں آ رہا آقا! ایسے لگتا ہے کہ آپ تو بچ جائیں گے۔ مگر مجھے دنیا کی کوئی طاقت ان آدم خوروں سے نہ بچا سکے گی۔

عنبر نے ایک بار پھر اسے تسلی دی۔

"کیلاش ہوش کی دوا کرو' کیوں پاگل ہوئے جا رہے ہو۔ مرد ہو کر رونے لگے ہو۔ اگر فرض کر لیا کہ تمہیں مرنا ہی ہوتا تو پھر بھی تمہیں

بڑی آن بان کے ساتھ مرنا چاہئے تھا"۔

"نہیں نہیں بھائی! میں آن بان کے ساتھ نہیں مر سکتا۔ میں نہیں مر سکتا۔ تم مرو آن بان کے ساتھ' مجھے تو یہاں سے بچا کر لے جاؤ۔ خدا کے لئے مجھے ان وحشیوں سے بچالو' یہ کم بخت تو مجھے بھون کر کھانے کی تیاریاں کر رہے ہیں"۔

کیلاش شور مچانے لگا، نا گا وحشی اسے دیکھ کر ہنسنے لگے...... عنبر نے کہا۔

"شرم کرو' یہ لوگ تم کو پریشان دیکھ کر ہنس رہے ہیں' کیا کہہ رہے ہوں گے کہ عجیب بزدل آدمی ہے یہ"

کیلاش نے شور مچا کر کہا۔

"چاہے مجھے بزدل کہیں چاہیں بہادر۔ مگر میں ان کے ہاتھوں بھون کر پکوڑا نہیں بننا چاہتا۔ خدا کے لئے مجھے بچالو عنبر! یہ تو آگ جلا

کر لو ہا سرخ کر رہے ہیں"۔

"خاموش" عنبر نے کیلاش کو ڈانٹ کر کہا۔ عنبر کی ڈانٹ پر کیلاش چپ ہو گیا۔ عنبر نے کہا۔

"عجیب پاگل ہو میں کہہ رہا ہوں کہ تمہیں بچا لوں گا۔ یہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے مگر تمہیں کچھ خیال ہی نہیں آ رہا؟ کسی کی بات پر یقین ہی نہیں آ رہا" ....

سردار نے حکم دیا کہ سب سے پہلے ایک آدمی کو لایا جائے' دوناگا آگے بڑھے، اور یہ کیلاش کی خوش قسمتی تھی کہ انہوں نے پہلے عنبر کو پکڑا۔ اگر وہ کیلاش کو پکڑ کر لے جاتے تو عنبر کے لئے بڑی مشکل ہو جاتی۔ پھر شاید ہی وہ کیلاش کو موت کے منہ سے بچا سکتا۔ عنبر بڑا خوش ہوا کہ ناگا پہلے اسے پکڑ کر لے جا رہے ہیں۔ سردار کے حکم سے عنبر کو ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا گیا۔

جنگل میں رات

سردار نے عنبر کی آنکھیں نکالنے کا حکم دیا۔

کیلاش چور کی تو یہ سن کر روح کانپ گئی کہ وحشی سردار کے حکم سے عنبر کی آنکھیں نکالی جا رہی ہیں۔ مگر دل میں اسے یہ خیال ضرور تھا کہ عنبر کی یہ آنکھیں نکال نہیں سکتے۔ کیونکہ اس نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ عنبر پر کوئی بھی تیز تلوار یا نیزہ اثر نہیں کرتا۔ نہ اس کا کہیں سے خون نکلتا ہے اور نہ ہی کوئی زخم ہوتا ہے، پھر بھی اُسے یہ تجربہ نہیں تھا جو اب عنبر کے ساتھ ہو رہا تھا۔ اُس نے گرم گرم سرخ سرخ سلاخ کو دیکھا جسے ایک وحشی ناگا نے آگ میں سے باہر نکال لیا تھا اور اس پر سوکھے پتے ڈال کر جلا رہا تھا۔ سوکھا پتہ گرم سرخ دہکتی ہوئی سلاخ پر

گرتے ہی شعلہ بن کر بھسم ہو جاتا.........کیلاش کا دل موت کے خوف سے دھڑ کنے لگا۔ کیونکہ تھوڑی دیر بعد یہی سلوک اس کے ساتھ ہونے والا تھا۔

مگر وہ یہ دیکھ کر بڑا حیران تھا کہ عنبر پر کسی قسم کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ نہ اس کے چہرے پر خوف کا کوئی اثر تھا اور نہ وہ موت کے ڈر سے سہما ہوا تھا۔ بلکہ اس کے چہرے پر گہرا اطمینان اور ہلکی ہلکی مسکراہٹ تھی، ناگا اور ان کا سردار بھی محسوس کر رہا تھا کہ یہ کیسا انسان ہے جو ہنستے ہنستے موت کے گلے میں باہیں ڈال رہا ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے ان لوگوں نے جس جس قیدی انسان کی آنکھیں نکالی تھیں وہ چیخنے چلانے لگ جاتے اور گڑ گڑا کر سردار سے زندگی کی بھیک مانگا کرتے۔

عنبر بڑے سکون سے درخت سے بندھا ہوا تھا۔ وہ بڑی دلچسپی سے وحشی ناگا کو سرخ دہکتی ہوئی سلاخ لئے اپنی طرف بڑھتے دیکھ رہا تھا۔ ڈھول زور زور سے پیٹے جانے لگے تھے۔ ناگا دہکتی سلاخ لئے عنبر کے بالکل سامنے آ گیا۔ اس نے عنبر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا اور بڑا تعجب کرنے لگا کہ یہ شخص ذرا بھی نہیں ڈر رہا۔ حالانکہ وہ صاف دیکھ رہا تھا کہ اس کی آنکھیں گرم سلاخ سے نکالی جانے والی ہیں۔ ناگا نے دہکتی سلاخ لکڑی سے پکڑ رکھی تھی۔ وہ سلاخ کو عنبر کی آنکھوں کے سامنے لے آیا۔ اور سردار کے اشارے کا انتظار کرنے لگا۔ سردار کے ہاتھ اٹھا کر اجازت دینے کی دیر تھی کہ ناگا نے دہکتی ہوئی سلاخ عنبر کی آنکھوں میں گھسیڑ دینی تھی۔

اچانک سردار نے ہاتھ اٹھا کر اشارہ کر دیا۔

وحشی ناگا دہکتی سلاخ عنبر کی آنکھوں کے پاس لے آیا۔ ایک پل

کے لئے وہ رُکا اور پھر اُس نے سلاخ عنبر کی آنکھوں میں گھسیڑ دی۔
گرم گرم سلاخ عنبر کی آنکھوں سے ٹکرا گئی۔ ایک شعلہ سا اٹھا اور سلاخ
وحشی کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑی۔ اس نے حیرانی سے
اردگرد دیکھا، اور سلاخ دوبارہ اٹھا کر ہاتھ میں تھام لی۔ اور عنبر پر حملہ
کر دیا۔ اس دفعہ پھر سلاخ یوں آنکھوں سے ٹکرائی جیسے کسی لوہے کی
دیوار سے ٹکرا گئی ہو۔ وحشی ناگا نے جتنی بار سلاخ ماری ایسا ہی ہوا۔
سردار خود آگے بڑھا اور اس نے سلاخ لیکر اپنے ہاتھ سے عنبر کی
آنکھوں پر پوری طاقت سے حملہ کیا۔

اس دفعہ ایک شعلہ نکلا اور اس کی لپیٹ نے سردار کے سر کے بال
جلا ڈالے اور درد کی شدت سے سردار نے سلاخ ہاتھ سے پھینک
دی۔ سردار نے کہا۔

"دیوتا اس وقت قربانی قبول نہیں کر رہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ

بہت زیادہ مصروف ہیں۔ اس لئے یہ قتل عام کل شام کو ہوگا۔ کل ہم دوسرے قیدی کو سب سے پہلے ہلاک کریں گے۔"

اتنا کہہ کر سردار کے حکم سے عنبر اور کیلاش کو دوبارہ کوٹھریوں میں ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دیا گیا۔ کیلاش بہت ڈر رہا تھا۔ کیونکہ کل پہلے باری اس کی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ کل موت کے منہ سے نہ بچ سکے گا۔ آج بھی اگر عنبر کی جگہ پہلے اسے لایا جاتا تو اس وقت وہ اندھا ہو کر زمین پر پڑا تڑپ رہا ہوتا، اور آدم خور وحشی ناگا اس کے جسم کو کاٹ رہے ہوتے۔ اُس نے سہمے سہمے انداز میں عنبر سے کہا۔

"میرے آقا! کل کیا ہوگا؟ کل تو یہ لوگ پہلے مجھے قتل کرنیکا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ کل مجھے موت کے منہ سے کون بچائے گا"؟

عنبر نے سوچ کر کہا۔

"ویسے تو زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن ہمارے

لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی جان بچانے کی کوشش کریں۔اس لئے میں نے سوچا ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے' آج رات یہاں سے فرار ہو جائیں"۔

"فرار"؟

"ہاں فرار۔اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں"۔

"مگر میرے آقا! یہاں تو چاروں طرف زبردست پہرہ لگا ہے۔ ہم کہاں سے اور کدھر سے بھاگیں گے؟ ان لوگوں کے تو کان ہماری ہر آہٹ پر لگے ہوتے ہیں"۔

عنبر نے کہا۔

"کچھ بھی ہو۔ ہمیں آج رات یہاں سے بھاگ جانا ہوگا۔ ورنہ کل کم از کم تمہیں تو یہ ضرور بھون کر کھا جائیں گے"۔

کیلاش چور نے رو کر کہا۔

”ان وحشی ناگاؤں کے ہاتھوں قتل ہو کر اپنے کباب بنوانے سے

تو کہیں بہتر ہے کہ ہم دریا میں چھلانگ لگا دیں۔“

عنبر بولا۔

کیلاش تم بہت جلد گھبرا جاتے ہو۔ اگر اسی طرح گھبراتے

رہے، تو کل تمہاری لاش کے یہ لوگ تکے کباب بنا کر کھا رہے ہوں

گے۔ اس لئے جو میں کہتا ہوں، اس پر عمل کرو“۔

”میرے آقا“!

عنبر کو بخوبی علم ہو گیا تھا کہ کیلاش چور کو زندگی سے بہت پیار ہے۔

اور وہ موت سے بہت خوفزدہ ہے۔ اُس نے کہا۔

”تم میرے ساتھ رہنا اور شور ہرگز نہ مچانا۔ میں جو کچھ کروں

اس پر خاموش رہنا، اور مجھ سے کبھی نہ پوچھنا کہ میں کیا کر رہا ہوں

سمجھ گئے ہو ناں؟“

کیلاش جھٹ بولا۔

”بالکل سمجھ گیا ہوں حضور!“

”بس اب خاموش رہو اور جو کچھ میں کروں اُسے چپ چاپ دیکھتے چلو اور جب میں اشارہ کروں تو میرے ساتھ یہاں سے بھاگ نکلنا“۔

”ایسا ہی ہوگا میرے آقا۔ میں خاموش ہو رہا ہوں“۔

کیلاش چور خاموشی سے جھونپڑی کی دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔ رات گہری ہونے لگی۔ رات کے پہلے پہر سارے وحشی ناگا سو گئے۔ کچھ جنگل میں نکل گئے۔ دو ناگا ننگی تلواریں لئے جھونپڑی کے باہر پہرہ دینے لگے۔ عنبر کے دونوں ہاتھ بندھے تھے۔ اس نے کیلاش چور سے کہا۔

”کیا تم کسی طرح میرے ہاتھ کھول سکتے ہو؟“

"میں کوشش کروں گا"...........کیلاش نے کہا، اور کھسکتا کھسکتا

عنبر کے پیچھے آ گیا۔ اس نے پیچھے سے دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر عنبر

کے ہاتھوں کے گرد بندھی ہوئی بانس کی چھال کی رسی کی گرہ کھولنی

شروع کر دی۔ شروع شروع میں اسے بڑی دقت ہوئی' مگر کچھ دیر کی

انتھک محنت کے بعد وہ گرہ کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔ عنبر کے دونوں

ہاتھ آزاد ہو گئے۔ اس نے اب کیلاش کے ہاتھوں کی رسیاں کھول

دیں' باہر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ عنبر نے کہا۔

"ناگا چاول لے کر آ رہا ہے۔ تم اپنے دونوں ہاتھ پیچھے باندے

رکھو' اور یوں ظاہر کرو جیسے تمہارے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں"۔

"بہت بہتر حضور"۔

کیلاش اپنے ہاتھ پیچھے لے گیا۔ اور یوں ٹیڑھا ہو کر بیٹھ گیا جیسے

اس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے ہیں۔ یہی بہانہ عنبر نے

بھی کیا۔ وہ بھی اپنے دونوں ہاتھ پیچھے لے گیا۔ اور چپ چاپ آنکھیں ذرا سی کھولے اندر آنے والے کا انتظار کرنے لگا۔ جھونپڑی کا دروازہ کھلا، اور ایک ناگا ہاتھ میں اُبلے ہوئے چاولوں کی تھالی لئے اندر داخل ہوا۔ اور پھر چاولوں کی تھالی دونوں کے درمیان رکھنے کے لئے جھکا۔

عنبر اسی گھڑی کے انتظار میں تھا۔ جونہی اس نے تھالی زمین پر رکھی، عنبر نے اچھل کر دونوں ہاتھوں سے اس کا گلا دبا لیا۔ یہ کام اس نے اس قدر پھرتی سے کیا کہ وحشی ناگے کی آواز تک نہ نکل سکی۔ عنبر نے اس کی گردن کے گرد اپنی گرفت مضبوط کر دی۔ اور اپنی پوری طاقت سے اس کا گلا دبانا شروع کر دیا۔ ناگے کی آنکھیں باہر کو نکل آئیں۔ اس نے عنبر کی گرفت سے نکلنے کے لئے بہت زور لگایا، مگر عنبر نے اسے گرا دیا۔ ناگا بے جان ہو کر نیچے گر پڑا۔ عنبر نے کیلاش کو

اشارہ کیا کہ دروازے کے ساتھ ایک طرف لگ جاؤ، اس لئے کہ ایک اور ناگا اندر آ رہا تھا۔ دونوں دروازے کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو گئے۔ دوسرا ناگا اندر داخل ہو کر بڑے غور سے ادھر ادھر تکنے لگا۔ اس نے زمین پر ایک ناگا کی لاش دیکھی تو ابھی منہ سے چیخ نکالنے ہی والا تھا کہ عنبر اور کیلاش نے اسے گلے سے دبوچ لیا۔

ناگا ششدر رہ گیا کہ یہ اچانک دائیں بائیں سے کس نے اس پر حملہ کر دیا۔ وہ بڑے زور سے پھڑ پھڑایا۔ یوں لگتا تھا، کہ وہ اس کی گرفت سے نکل بھاگے گا۔ مگر عنبر اور کیلاش نے اسے نہ چھوڑا۔ ناگا زمین پر گر پڑا۔ کیلاش بھی اس کے ساتھ ہی زمین پر گر پڑا۔ پھر اس نے گردن دبا کر دوسرے ناگا کو بھی موت کی نیند سلا دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ عنبر نے ہونٹوں پر انگلی رکھکر آہستہ سے کہا۔

"میں باہر جا کر دیکھتا ہوں' دوسرے لوگ کہاں ہیں"۔

عنبر دبے پاؤں باہر آ گیا۔ ایک پہریدار اور ایک کھانا لانیوالا ہلاک ہو چکا تھا۔ دوسرا پہریدار جنگل کی طرف منہ کئے درخت سے ٹیک لگائے جھونپڑی کے باہر بیٹھا تھا' اس کو ختم کرنا بہت ضروری تھا' اس کے علاوہ وہاں چاروں طرف گہری خاموشی تھی۔ عنبر جنگلی بلی کی طرح پہریدار نا گے کی سمت پیچھے سے بڑھنے لگا۔ یہ بڑا خطرناک مقام تھا۔ اگر ذرا سی بھی آہٹ ہو جاتی تو سارے کئے کرائے پر پانی پھر جاتا۔ پہریدار کی بھانک چیخ سنکر سارے وحشی جاگ اٹھتے ،اور پھر دنیا کی کوئی طاقت کم از کم کیلاش کو موت کے منہ سے نہیں بچا سکتی تھی۔

عنبر نے سوچا کہ اگر اس نے پہریدار وحشی کا پیچھے سے گلا دبوچنے کی کوشش کی تو ہو سکتا ہے کہ اس کا ہاتھ پھسل جائے اور پہریدار شور مچا

دے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ اس کے سر پر پتھر مار کر اسے ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سلا دیا جائے۔ مگر اس کے لئے ضروری تھا کہ زمین پر سے کوئی پتھر اٹھایا جاتا۔

عنبر نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ نیچے جھک کر ایک بڑا سا پتھر دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اور پھر ذرا آگے جا کر پوری طاقت کے ساتھ پہریدار کے سر پر دے مارا۔ اس طرح سے یہ فائدہ ہو کہ پہریدار ناگے کی آواز تک حلق سے نہ نکل سکی۔ اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

جھونپڑی کے اندر کھڑا اکیلاش چور یہ سارا ماجرا دیکھ رہا تھا۔ جونہی اس نے پہریدار کو زمین پر بے جان ہو کر گرتے دیکھا وہ لپک کر باہر آ گیا، اور عنبر کے پاس آ کر سرگوشی سے بولا۔

"بھاگ چلیں میرے آقا"؟

عنبر نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"خاموش"! ....

انہیں پہلو میں ایک جھونپڑی میں سے ایک عورت بچے کو لے کر باہر آتی نظر آئی۔ دونوں بانس کے جھنڈ کی اوٹ میں ہو گئے' عورت نے بچے کو پانی پلایا۔ بچہ روئے جا رہا تھا۔ اندر سے کسی مرد کی آواز آئی، وہ سخت غصے میں تھا، اور شاید بچے کو چپ کرانے کے لئے کہہ رہا تھا، بچے کے رونے کی آواز سن کر باہر آگ کے گرد لیٹا ہوا ایک بوڑھا ناگا اٹھ کر بیٹھ گیا، شاید اس نے کہا۔

"یہ کیوں رو رہا ہے؟"

عورت نے بوڑھے ناگا کو خدا جانے کیا کہا کہ ناگا نے دوسرے وحشی کو جگا دیا۔ دوسرے نے اٹھ کر تھیلی میں سے کوئی پھل کی گٹھلی سی نکالی' اور بچے کے منہ میں رکھ دی' اوپر سے بوڑھے ناگے نے پانی پلا دیا۔ پانی کا گھونٹ پیتے ہی بچے نے زور زور سے رونا شروع کر دیا۔

اس کے رونے کی آواز سن کر وہاں گھاس پر سوئے ہوئے کئی وحشی ناگے جاگ اٹھے۔

یہ صورت حال عنبر اور کیلاش کے لئے بڑی خطرناک تھی۔

کیونکہ انہیں اپنے ساتھی ناگاؤں کی لاشیں صاف نظر آ سکتی تھیں، ایک لاش کو وہیں باہر پڑی تھیں، اور دوسری دو لاشیں جھونپڑی کے اندر تھیں۔ اس کے علاوہ جھونپڑی کا دروازہ بھی کھلا تھا۔ یہ کیلاش سے سخت غلطی ہو گئی تھی کہ وہ دروازہ کھلا چھوڑ کر باہر آ گیا تھا۔ بس کسی ناگے کی جھونپڑی پر نگاہ پڑنے کی دیر تھی کہ سارا بھانڈا پھوٹ سکتا تھا۔ کیلاش گھبرا گیا۔ کیونکہ وہاں بہت سے لوگ جاگ پڑے تھے اور بچے کو چپ کرانے کی کوشش کر رہے تھے۔ جھونپڑی کے اندر سے بھی کئی لوگ اٹھ کر باہر آ گئے تھے۔ عنبر نے کیلاش چور کے کان میں کہا۔

"یہاں سے اس وقت بھاگنا بہت مشکل ہے۔ فوراً درخت پر

چڑھ جاؤ"۔

یہ کہکر عنبر جھکے جھکے دبے پاؤں سہاگنی کے ایک بہت بڑے پھیلے ہوئے گنجان درخت کے پاس آ کر بیٹھ گیا، اس نے کیلاش کو اشارہ کیا کہ درخت کے اوپر چڑھ جاؤ۔

"خبردار پتوں اور شاخوں کی ذراسی آواز بھی پیدا نہ ہو"۔

کیلاش ایک مشہور اور تجربے کار ڈاکو تھا۔ اسے جنگل میں درختوں پر چھپ کر بیٹھنے کی بڑی مہارت تھی۔ وہ عام طور پر درختوں میں چھپ کر ہی مسافروں کو لوٹا کرتا تھا۔ کیلاش کا اشارہ پا کر وہ ایک تجربہ کار جنگلی بلی کی طرح درخت کے اوپر چڑھنے لگا۔ یہ درخت بہت گھنا تھا اور تنے سے ذرا اوپر جا کر ہی اس کی موٹی موٹی شاخیں پھیلنا شروع ہو گئی تھیں۔ عنبر بھی اس کے پیچھے پیچھے درخت پر چڑھنے لگا۔ کیلاش درخت کی سب سے اوپر والی شاخ میں جا کر چھپ کر بیٹھ گیا۔ اس

کے پاس ہی عنبر بھی آ کر چھپ گیا، وہ درخت کے اوپر گھنے پتوں والی شاخوں میں بالکل چھپ گئے تھے اور نیچے سے دیکھنے پر بالکل نظر نہیں آ رہے تھے۔

کیلاش نے پوچھا۔

"میرے آقا! کیا ہمیں ساری رات یہاں چھپے رہنا ہوگا؟"

عنبر نے آہستہ سے کہا۔

"ساری رات اور کل کا دن بھی، کیونکہ دن میں ہم یہاں سے اتر کر بھاگنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ کیونکہ یہ جنگلی لوگ سارا دن یہاں گھومتے رہتے ہیں اور جنگل میں بھی پھرتے رہتے ہیں"۔

"تو کیا سارا دن یہاں لٹکے رہنا ہوگا؟" کیلاش نے پریشان ہو کر پوچھا۔

عنبر نے اسے سرگوشی میں ڈانٹ کر کہا۔

”خاموش رہو۔ یہ میں سب کچھ تمہارے لئے کر رہا ہوں، ورنہ مجھے کیا ضرورت ہے کہ اس درخت پر بندروں کی طرح لٹکا رہوں؟ میرا تو وہ کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے، لیکن تمہاری بڑی آسانی سے تکا بوٹی کر سکتے ہیں۔ اس لئے کم از کم اور کچھ نہیں تو اپنی جان بچانے کے لئے ہی خاموشی سے یہ تکلیف سہہ جاؤ.......“

کیلاش نے کہا۔

معافی چاہتا ہوں میرے آقا!

”اب نہیں بولوں گا۔“

”شی“۔

عنبر نے کیلاش طور کو خاموش رہنے کو کہا، اور پتوں میں سے نیچے دیکھا، دونا گگے اس طرف آرہے تھے، جہاں گھاس پر پہریدار ناگے کی لاش پڑی تھی، حیرانی کی بات یہ تھی کہ ابھی تک کسی کی جھونپڑی

کے کھلے دروازے پر نظر نہیں پڑی تھی۔ کیلاش نے اپنا سانس روک لیا، دونوں ناگے شاید جنگل میں کسی جڑی بوٹی کی تلاش میں جا رہے تھے۔ کیونکہ بیمار بچہ ابھی تک روئے جا رہا تھا۔ اچانک انہوں نے رات کے اندھیرے میں گھاس پر پہریدار کی لاش کو دیکھا، اور زور سے چیخ مار کر سارے قبیلے کو خبردار کر دیا، اس کی چیخ سے وہاں ایک بھگدڑ سی مچ گئی، ناگے جھونپڑی کی طرف لپکے۔ اندر پہنچ کر انہوں نے اور زور کی چیخ ماری۔ انہوں نے اندر دونوں لاشوں کو دیکھ لیا تھا، سارے قبیلے میں شور مچ گیا کہ دونوں قیدی پہریداروں کو ہلاک کر کے بھاگ گئے ہیں، قبیلے کے سردار نے جھونپڑی سے باہر آ کر غصے میں ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"وہ بچ کر کہیں نہیں جا سکتے، سارے جنگل میں چپہ چپہ چھان مارو"..........

ناگ کی لاش کہاں گئی؟

ناگاؤں کے قبیلے میں افراتفری مچ گئی۔

سردار کا حکم پا کر کچھ وحشی نیزے لہراتے، شور مچاتے جنگل کی طرف بھاگے، اور باقی اسی جگہ گھوم پھر کر عنبر اور کیلاش چور کو تلاش کرنے لگے، وہ ایک ایک جھاڑی میں نیزے مار رہے تھے۔ انہوں نے مشعلیں روشن کر دیں۔ جس سے جنگل کی اندھیری رات میں ہر شے صاف نظر آنے لگی۔ سردار پریشانی کے عالم میں آگ کے گرد ٹہل رہا تھا۔ یہ اس کی بہت بڑی توہین تھی کہ اگنی دیوتا کی بھینٹ اس کے قبضے سے دھوکہ دے کر بھاگ جائے۔ ایسا اس کی وحشی زندگی میں پہلی بار ہوا تھا، اور وہ بیحد اضطراب کی حالت میں تھا، اُس کی سمجھ میں

نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہاں جا کر اپنا سر ٹکرائے، مارے غصے کے اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ ویسے اسے یقین تھا کہ وہ لوگ بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے، کیونکہ جنگل کے چپے چپے میں اس نے اپنے آدمی روانہ کر دیئے تھے۔

یہ لوگ جنگل کے تمام راستوں سے باخبر تھے، انہوں نے کافی دور تک سارے جنگل کو اپنے گھیرے میں لے لیا، اور پھر ایک ایک جھاڑی کو کنگالنے لگے۔ ساری رات جنگل میں عنبر اور کیلاش چور کی تلاش جاری رہی، مگر خدا جانے انہیں زمین نے نگل لیا تھا یا آسمان نے اوپر اٹھا لیا تھا۔ ان کا کہیں نشان تک نہ مل رہا تھا۔ رات ڈھل گئی اور دن کا اجالا چاروں طرف پھیلنے لگا۔ عنبر اور کیلاش چور اسی طرح سہاگنی درخت کی سب سے اوپر والی شاخ میں چھپے ہوئے بیٹھے رہے، کسی کو معلوم نہ تھا کہ جن مفرور قیدیوں کو وہ جنگل جنگل ڈھونڈ

رہے ہیں وہ اسی جگہ ان کے درمیان ایک درخت پر دبکے بیٹھے ہیں۔

دن کے نکلتے ہی مشعلیں بجھادی گئیں، سردار نے قبیلے کے لوگوں

کو ایک جگہ جمع کیا اور قیدیوں کو تلاش کرنے کے بارے میں گفتگو

شروع کر دی۔ ان کے باتیں کرنے کی آوازیں عنبر اور کیلاش کو صاف

آرہی تھیں مگر ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ لوگ کس قسم کی گفتگو کر

رہے ہیں۔ وہ ان کی زبان کا ایک لفظ بھی نہیں سمجھ سکتے تھے۔ درخت

کے اوپر بیٹھے بیٹھے کیلاش تھک گیا تھا، اور اس کا سارا بدن درد کرنے

لگا تھا، جبکہ عنبر پر تھکن کے کوئی اثرات نہیں تھے۔

اس لئے بھی کہ عنبر درد اور غم کی دنیا سے بہت دور تھا۔ اسے کوئی

جسمانی تکلیف نہیں ہوتی تھی، ویسے بھی وہ ایک خاندانی نوجوان تھا،

اور اچھے خاندان کے نوجوان ہمیشہ اونچے کردار کے ہوتے ہیں۔ وہ

تکلیف میں پھنس کر کبھی نہیں گھبراتے۔ بڑے صبر اور حوصلے سے کام

لیتے ہیں جبکہ چھوٹے دماغ کا آدمی فوراً رونا ،پیٹنا اور چلانا شروع کر دیتا ہے۔کیلاش چور کا برا حال ہو رہا تھا۔وہ بار بار درخت کی ٹہنی پر پہلو بدلتا،جس سے ہلکی سی چرچراہٹ پیدا ہوتی۔ایک بار تو عنبر نے اسے ڈانٹ کر کہا۔

"خدا کے لئے اپنی زندگی کا ہی خیال کرو،کیوں تم نے مرنے پر کمر کس رکھی ہے۔اگر ان وحشیوں کو معلوم ہو گیا کہ ہم لوگ یہاں چھپے بیٹھے ہیں۔تو وہ تمہیں تو ایک سیکنڈ کے اندر اندر بھون کر کھا جائیں گے۔میرا تو وہ ایک بال بھی ٹیڑھا نہ کر سکیں گے،اور کچھ تو اپنا ہی خیال کرو"۔

کیلاش نے آہستہ سے کہا۔

"معاف کرو آقا،مگر تھک کر چور ہو گیا ہوں"۔

"تھک کر چور ہو گئے ہو تو کیا ہوا،ابھی تو سارا دن اسی ایک ٹہنی پر

بیٹھے بیٹھے بسر کرنا ہے، اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو صاف صاف کہہ دو‘
میں ابھی نیچے اتر کر اپنے آپ کو گرفتار کروائے دیتا ہوں، وہ تمہیں بھی
درخت سے اتروالیں گے‘‘۔ کیلاش نے سرگوشی میں گڑگڑا کر کہا۔

’’اب ایسا نہ کروں گا گورو جی! معافی چاہتا ہوں‘‘۔

جس درخت کے اوپر وہ دونوں چھپے بیٹھے تھے اس کے بالکل نیچے
سردار وحشی قبائل کے ناگاؤں کے ساتھ بیٹھا سوچ بچار کر رہا تھا کہ عنبر
اور کیلاش کو کیسے اور کہاں سے حاصل کرے، عنبر کو ناگ کی صندوقچی کا
فکر بھی تھا۔ جو اس نے جنگل میں اسی جگہ پر جھاڑیوں میں پھینک دی
تھی‘ جہاں سے ناگاؤں نے ان دونوں کو پکڑا تھا۔ سوائے اس کے
اب اور کوئی راستہ نہ تھا کہ وہ یہاں سے بھاگ کر جنگل میں سے وہ
صندوقچی ساتھ لے کر رفو چکر ہو جائے۔

اس کے لئے ضروری تھا کہ ناگا اس کا پیچھا نہ کر رہے ہوں‘ اور وہ

بڑے سکون کے ساتھ وہاں سے بھاگے، اگر وحشی اس کے پیچھے لگ گئے تو وہ ناگ کی صندوقچی حاصل نہ کر سکے گا، بلکہ ہو سکتا ہے کہ صندوقچی ناگاؤں کے ہاتھ لگ جائے اور وہ اسے آگ میں ڈال کر اس سے انتقام لینے کی کوشش کریں، کیلاش چور تھکن سے چور ہو کر پھر پہلو بدلنے لگا، یہ بڑی خطرناک بات تھی۔ اگر ذرا سا پتہ بھی ٹوٹ کر نیچے گر پڑتا یا ٹہنی کے چرچرانے کی آواز ہی پیدا ہو جاتی تو ناگے ہوشیار ہو سکتے تھے۔ اور پھر صاف ان کے ایک بار اوپر سر اٹھا کر درخت میں دیکھنے کی ہی کسر تھی۔ اس کے بعد سارا کھیل ایک پل میں ختم ہو سکتا تھا۔ اس لئے عنبر نے کیلاش چور کا ہاتھ دبا کر اسے خاموش رہنے کی ہدایت کی۔

دن گذرتا چلا گیا، جنگل میں گئے ہوئے ناگے بھی ناکام ہو کر واپس آ گئے۔ جب انہوں نے واپس آ کر سردار کو بتایا، کہ وہ عنبر اور

کیلاش چور کو تلاش کرنے میں ناکام رہے ہیں تو سردار کا غصہ بے حد تیز ہو گیا، اس نے نیزہ مار کر ایک ناگے کو وہیں کھڑے مار ڈالا، نیزہ سینے میں کھا کر زمین پر گرا، اور تھوڑی دیر تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ ناگا کی موت کے بعد وہاں گہرا سناٹا چھا گیا۔ کسی کو زبان سے ایک لفظ نکالنے کی جرأت نہ ہوئی۔ سردار نے اونچی آواز میں کہا۔

"اس کی لاش کو درخت کے ساتھ لٹکا دو"۔

بدقسمتی دیکھو کہ وحشی ناگاؤں نے لاش کو لٹکانے کے لئے اسی درخت کو چنا جس کے اوپر عنبر اور کیلاش چور چھپے بیٹھے تھے، وحشی ناگا لاش لے کر درخت کے نیچے آ گئے، دو ناگا بندروں کی طرح درخت کے اوپر چڑھنے لگے، کیلاش کا تو اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا۔ پہلے ہی ناگا کے قتل پر وہ زرد ہو رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ناگا کی لاش درخت سے لٹکانے کے لئے وہ لوگ اوپر چڑھتے چلے

آ رہے ہیں تو اس نے آنکھیں بند کر لیں، اُسے اپنی موت سامنے کھڑی نظر آ رہی تھی، عنبر بھی کچھ پریشان ہو گیا تھا۔ اگر ناگا درخت کی اوپر والی شاخ پر آ گئے یا نیچے ہی سے ان کی نظر اوپر پڑ گئی تو وہ سردار کے حکم سے تیروں کی بوچھاڑ سے انہیں چھلنی کر سکتے تھے۔

عنبر تو خیر بچ جاتا مگر کیلاش چور کی موت یقینی تھی۔ کیلاش کچھ بولنے ہی والا تھا کہ عنبر نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا، جس کا مطلب یہ تھا کہ خدا کے لئے زبان بند رکھو، یہ وقت گفتگو کرنے کا نہیں ہے، اس وقت تو ان کی ذرا سی حرکت بھی دشمن کو چوکنا کر سکتی تھی۔

ویسے کیلاش چور دل ہی دل میں بڑا پریشان ہو رہا تھا کہ وہ کس مصیبت میں پھنس گیا ہے۔ اس کے باوجود عنبر کے لئے اس کے دل میں عزت بھی بڑی تھی اور اسے حوصلہ بھی بہت تھا، کیونکہ اس کی وجہ سے کیلاش چور کی جان بخشی ہو سکتی تھی بشرطیکہ عنبر کو اپنی کرامت

دکھانے کا موقع مل سکے، لیکن اگر وحشیوں نے دور ہی سے نیزوں کی بارش شروع کر دی تو پھر تو کیلاش چور کے بچ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

مگر خدا کا شکر ہوا کہ نا گاؤں نیچے والی ٹہنی کو پسند کیا۔ انہوں نے رسے ڈال کر لاش کو الٹا لٹکا دیا، اور اس کے نیچے لکڑیاں اور پتے جمع کر کے آگ لگانے کی تیاریاں کرنے لگے، اب یہ مرحلہ بڑا نازک تھا، آگ جلانے کا مطلب یہ تھا کہ یقیناً وہاں سے دھواں اٹھتا۔ دھواں اٹھ کر درخت کے اوپر تک جاتا۔ عنبر اور کیلاش کا دم گھٹتا اور ضرور وہ کھانستے، کھانسنے کا مطلب یہ تھا کہ ان کا بھانڈا پھوٹ جاتا اور انہیں پکڑ کر اسی آگ میں ڈال دیا جاتا۔ عنبر اس نئی صورت حال سے بہت پریشان ہو گیا، اسے سب سے زیادہ پریشانی کیلاش کی طرف سے تھی جو پہلے ہی بہت گھبرایا ہوا تھا۔

ایک ناگا نے لکڑیاں جمع کر کے پتھروں کو رگڑ کر آگ جلا دی،
لکڑیوں نے فوراً ہی آگ پکڑ لی۔ یہ ان دونوں کی خوش قسمتی تھی کہ اس
آگ میں دھواں نام کو بھی نہیں تھا، خدا جانے وہ کس خاص درخت کی
لکڑیاں تھیں کہ دھواں نہیں دیتی تھیں، صرف شعلے نکل رہے تھے جو لٹکتی
ہوئی لاش کے سر کو جلا رہے تھے۔ لاش کی بو درخت کے اوپر آنے لگی۔
کیلاش چور اور عنبر نے اپنی ناک کے گرد کپڑا لپیٹ لیا دو گھنٹے تک لاش
جلتی رہی، شام کے وقت سردار کے حکم سے جلی ہوئی لاش کو درخت پر
سے اتار کر زمین میں دفن کر دیا گیا، اب عنبر رات ہونے کا انتظار
کرنے لگا۔ کیونکہ اس نے فیصلہ کر لیا تھا، کہ رات کے اندھیرے میں
خواہ کچھ ہو جائے وہ کیلاش کو لے کر وہاں سے فرار ہو جائے گا۔

اب ذرا ماریا کی بھی خبر لیں کہ وہ کس حال میں ہے؟

وحشی ناگاؤں کے چنگل سے نکل کر ماریا گھنے جنگل میں اس مقام

پر آ گئی جہاں ایک درخت کے نیچے جھاڑیوں میں عنبر نے ناگ کی صندوقچی پھینک دی تھی، ماریا گھوڑے پر سوار غائب حالت میں چلی جا رہی تھی کہ اس نے اپنے پیچھے ناگاؤں کی آوازیں سنیں...... وہ تیز تیز باتیں کرتے چلے آ رہے تھے، یہ وہ وقت تھا جب کہ سردار نے انہیں عنبر اور کیلاش کو تلاش کرنے کے لئے جنگل میں بھیجا تھا' ماریا نے سوچا کہ اگر وہ راستے میں کھڑی رہی تو ناگاؤں سے اسکی ضرور ٹکر ہو جائے گی، چنانچہ وہ راستے سے اتر کر جھاڑیوں کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔

ناگا باتیں کرتے اس کے پاس سے گذر گئے، جب وہ کافی دور نکل گئے اور ماریا نے یہ اطمینان بھی کر لیا کہ ان کے پیچھے کوئی دوسری ٹولی نہیں آ رہی تو وہ گھوڑے کو اوپر راستے پر لانے لگی، اچانک اس کی نظر جھاڑیوں میں گری ہوئی سیاہ لکڑی کی صندوقچی پر پڑ گئی۔ وہ

سوچنے لگی کہ یہ کس نے یہاں پھینکی ہے؟ ماریا گھوڑے سے اتر آئی، اس نے جھک کر صندوقچی کو اٹھایا اور اسے کھول دیا' صندوقچی کے ڈھکنے کا کھلنا تھا کہ ماریا کی آنکھیں میں آنسو آ گئے۔

اس نے اپنے بھائی ناگ کی کٹی لاش کے ٹکڑوں کو پہچان لیا تھا وہ رونے لگی۔ ناگ سانپ کے روپ میں تھا، اور اس کے ماتھے پر اس کے بھائی ناگ کا خاص سنہری نشان اسی طرح چمک رہا تھا، اچانک ماریا کو یاد آیا کہ عنبر نے کہا تھا کہ ناگ اگر سانپ کے روپ میں قتل بھی ہو جائے تو وہ ایک خاص عرصے تک زندہ رہ سکتا تھا۔ پھر اسے ناگ کا ایک فقرہ یاد آ گیا، اس نے ایک بار اپنی بہن ماریا کو کہا تھا۔

"یاد رکھو بہن! اگر کبھی تمہارے ہوتے ہوئے میں سانپ کی شکل میں ہلاک کر دیا جاؤں تو جب تک میرے ماتھے کا سنہری نشان چمک رہا ہوگا' میں زندہ ہوں گا۔ ایک خاص مدت کے گذرنے کے بعد

ماتھے کا نشان سیاہ پڑ جائے گا پھر سمجھ لینا کہ تمہارا بھائی مر گیا ہے"۔

ماریا نے غور سے ناگ کے ماتھے کا نشان دیکھا، وہ سنہری تھا، اور اسی طرح چمک رہا تھا جس طرح زندہ حالت میں چمکا کرتا تھا۔ اس نے صندوقچی بند کی اور گھوڑے کے ساتھ لٹکے ہوئے جھولے میں ڈال کر گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہو گئی۔ صندوقچی تو اس نے رکھ لی تھی اور یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ ناگ بھائی زندہ ہے، مگر اسے خبر نہیں تھی کہ ناگ کے زندہ رہنے کی معیاد کتنی ہے، اور اسے پھر سے کیسے چلتی پھرتی حالت میں لایا جا سکتا ہے؟

اب اُسے اپنے دوسرے بھائی عنبر کی تلاش تھی۔ ایک بھائی تو عنبر سے بچھڑ کر رہ گیا تھا، ماریا سوچنے لگی کہ یہ صندوقچی وہاں کیسے آ گئی؟ اسے کون یہاں پر پھینک گیا۔ کیا اسے عنبر نے وہاں پھینکا ہے؟ مگر یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ عنبر بھائی کبھی ناگ کی لاش کو وہاں نہیں پھینک

سکتا۔ ضرور کسی نے ناگ کو مار کر صندوقچی میں بند کر کے اپنی طرف سے اسے ہلاک کر کے وہاں پھینک دیا ہے...... اسے کوئی خبر نہ تھی کہ ناگ مرا نہیں بلکہ زندہ ہے۔ ورنہ دشمن ضرور ناگ کی لاش کو یا تو زمین کے اندر دفن کر دیتا یا آگ میں جلا کر راکھ کر دیتا۔ جو خیال ماریا کو سب سے زیادہ پریشان کر رہا تھا وہ یہ تھا کہ آخر عنبر........ اس کا بھائی کہاں چلا گیا؟ پھر اس کے دھیان میں آدم خود قبیلے کے لوگوں کی بات آئی، جنہوں نے اسے کہا تھا کہ اگر تم دن اور رات سفر کرتی رہو تو اپنے بھائی سے جا ملو گی۔ اس لحاظ سے آج رات عنبر کو ماریا سے مل جانا چاہئے تھا۔

آدم خور قبیلے والوں نے ٹھیک کہا تھا۔ عنبر ماریا کے ارد گرد ہی تھا۔ اگر عنبر اور کیلاش ناگا وحشیوں کے چنگل میں نہ پھنس جاتے تو ماریا ان سے ضرور مل جاتی۔ لیکن اس وقت صورت حال یہ تھی کہ ماریا ناگ کی

لاش والی صندوقچی لے کر آسام کی سرحد کی طرف جارہی تھی، جسے عبور کرکے اس کو ہمالیہ کی ترائی میں داخل ہو جانا تھا اور عنبر ناگاؤں کی قید میں ایک درخت پر ٹنگا ہوا تھا۔

جب رات گہری ہوگئی تو ناگا وحشی ایک ایک کر کے نیند کی آغوش میں جانے لگے، عنبر نے یہ بات خاص طور پر محسوس کی تھی کہ وحشی آدم خور رات کو تھوڑی دیر کے لئے ہی آرام کرتے تھے.........اس وقت بھی رات آدھی گذر گئی تھی۔ اور ابھی تک دو وحشی آگ کے الاؤ کے گرد بیٹھے باتیں کررہے تھے۔ سردار اور دوسرے ناگا اپنی اپنی جھونپڑیوں میں جا کر سو گئے تھے۔ کچھ وحشی وہیں گھاس پر پڑ کر سو گئے تھے۔ صرف یہ دو ناگا تھے جو ابھی تک نہیں سوئے تھے۔ عنبر اور کیلاش ان دونوں کے سونے کا انتظار کررہے تھے، عنبر کو تو خیر بھوک اور پیاس کے لگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا' مگر کیلاش چور کی زبان پر پیاس

کے مارے کانٹے پڑ گئے تھے، بھوک سے اس کا پیٹ اس کی کمر کے ساتھ لگ گیا تھا۔ صبح اس نے تنگ آ کر کچھ پتے کھا کر اپنی بھوک اور پیاس مٹائی تھی۔ ان پتوں نے اس کے معدے میں پہنچ کر طوفان اٹھا دیا تھا اور اب وہ درخت کے پتے کھاتے ہوئے بھی گھبرا رہا تھا۔ خدا جانے یہ کس قسم کا درخت تھا کہ اس کے پتوں میں بہت ہی کم نمی تھی، جس کی وجہ سے اس کی پیاس نہیں بجھی تھی۔

اب پیاس بجھانے کی ایک ہی صورت تھی کہ وہ درخت پر سے اتر کر وہاں سے بھاگ اٹھیں اور دور جنگل میں جا کر کسی چشمے کا ٹھنڈا پانی پیا جائے۔ لیکن اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ دونوں ناگا سو جائیں جو ایک دو گھنٹوں سے آگ کے گرد بیٹھے ابھی تک باتیں کر رہے تھے، آگ بھی بجھ گئی تھی مگر ان کی باتیں ختم ہونے میں نہیں آتی تھیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ کئی سالوں کے بعد آپس میں ملے

ہوں۔

آخر خدا خدا کر کے انہوں نے جمائیاں لینی شروع کر دیں اور وہ پاؤں پسارنے لگے۔ انہیں سخت نیند آ رہی تھی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ نیند نے ان پر یک لخت حملہ کر دیا تھا۔ ایک ناگا اسی جگہ لیٹ گیا، دوسرا اٹھ کر ایک جھونپڑی میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد درخت کے نیچے لیٹے ہوئے ناگا کے خراٹے گونجنے لگے' عنبر اور کیلاش اسی گھڑی کا انتظار کر رہے تھے۔ عنبر نے کیلاش کا ہاتھ دبا کر اس کے کان میں کہا۔

"بڑی خاموشی سے نیچے اترنا۔ ذرا بھی آواز پیدا ہوئی تو ہم بچ کر نہ جا سکیں گے۔ تمہاری جان سخت خطرے میں ہے"۔

کیلاش نے سر ہلا کر کہا کہ ایسا ہی ہوگا۔ عنبر سب سے پہلے نیچے اترنے لگا۔ ایک رات اور ایک دن سے درخت پر بیٹھ بیٹھ کر اس کی

ٹانگیں آپس میں جڑ گئیں تھیں پھر بھی وہ بڑی احتیاط سے نیچے اتر رہا تھا۔ کیلاش اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ انہیں سب سے زیادہ خطرہ اس بات کا تھا کہ کہیں کوئی شاخ یا ٹہنی ٹوٹ کر نیچے سوئے ہوئے ناگا کے اوپر نہ گر پڑے۔ ان لوگوں کی نیند بڑی کچی تھی۔ ذرا سی آہٹ پر جانوروں کی طرح ایک دم بیدار ہو جاتے تھے۔ عنبر اور کیلاش بڑی ہوشیاری کے ساتھ ایک ایک ٹہنی کو پکڑ کر بڑے آرام سے چھوڑ رہے تھے تا کہ وہ جھول کر اوپر والی ٹہنی سے نہ ٹکرا جائے۔ ایسا کرنے سے آواز پیدا ہوتی اور آواز سوئے ہوئے ناگا کو جگا سکتی تھی۔ اور خاص طور پر کیلاش کی زندگی کو خطرے میں ڈال سکتی تھی۔ آخر بڑی احتیاط سے وہ نیچے اتر آئے۔ عنبر جھک کر دبے پاؤں گھاس پر چلتا ایک طرف کو نکل گیا........ کیلاش اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ جب وہ سوئے ہوئے ناگا کے قریب سے گذرے تو انہوں نے اپنا سانس روک لیا،

ناگا بڑے زور زور سے خراٹے لے رہا تھا۔

وہ جب قبیلے کے جھونپڑوں سے دور چلے گئے تو چھپ چھپ کر درختوں اور جھاڑیوں کی آڑ میں سے ہوتے ہوئے جنوب مشرق کی طرف تیز تیز چلنے لگے۔ انہیں ابھی تک ڈر تھا کہ کہیں کوئی ناگا وہاں پہرہ نہ دے رہا ہو۔ عنبر کو اس صندوقچی کی فکر تھی جس میں اس کے گہرے دوست وفادار ناگ کی لاش تھی۔ جس جھاڑی کے پاس اُس نے صندوقچی کو پھینکا تھا' وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ صندوقچی غائب ہے۔ عنبر نے پریشان ہو کر ادھر ادھر تلاش کیا مگر صندوقچی کہیں بھی نہیں تھی وہ سمجھ گیا کہ کوئی اسے اٹھا کر لے گیا ہے۔ وہ وہاں زیادہ دیر ٹھہر بھی نہیں سکتا تھا۔ کیلاش کی زندگی اور موت کا سوال تھا۔ مجبوراً ناگ کی صندوقچی کے بارے میں سوچتا ہوا عنبر کیلاش کے ساتھ وہاں سے آگے چل پڑا۔

برفانی انسان

ماریا جنگل سے نکلی تو سامنے ایک دریا ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

برسات کے دن تھے۔ دریا چڑھاؤ پر تھا۔ ماریا تھک گئی تھی،

گھوڑے سے اتر کر اس نے ناگ کی لاش والی صندوقچی ایک طرف

رکھدی اور سوچنے لگی کہ دریا کیسے پار کیا جائے؟ اسے گھوڑے پر

بھروسہ نہیں تھا کہ اسے لے کر دریا پار کر جائے گا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں

وہ راستے میں ہی دریا کی تیز لہروں کی نذر نہ ہو جائے۔ وہ بیٹھ گئی۔

ایک جنگلی درخت پر سے پھل اتار کر اس نے کھائے۔ پانی پیا، وہ تو

کسی کو نظر نہیں آ رہی تھی مگر گھوڑا اس کے نیچے اترتے ہی ظاہر ہو گیا

تھا۔ وہ بھی گھاس پر بڑے مزے سے چر رہا تھا۔ ماریا اسی شش و پنج

میں تھی کہ دریا کیسے پار کرے کہ اچانک اس کی نظر لکڑی کے ایک بہت بڑے تختے پر پڑی۔ ایسے لگتا تھا کہ وہ تختہ کبھی کسی مکان کی چھت تھا۔ اور مکان گر جانے سے وہاں پڑا ہے۔

ماریا نے سوچا اگر وہ کسی طرح اس تختے کو دریا میں ڈال دے تو اس کے اوپر سوار ہو کر دریا پار کر سکتی ہے۔ ماریا نے اٹھ کر لکڑی کے تختے کے ساتھ رسی باندھی، اس کا دوسرا سرا گھوڑے کی زین کے ساتھ باندھا، اور گھوڑے کو ہنکاتی ہوئی دریا کے کنارے تک لے گئی۔ تختہ بڑے آرام سے کھنچتا ہوا دریا کے کنارے پر آ گیا، ماریا نے اسے دریا کے اندر ڈال کر اس کی رسی کنارے والے ایک درخت سے باندھ دی۔ پھر اس نے گھوڑے کو تختے کو اوپر سوار کر دیا' اور خود بھی سوار ہو کر خنجر سے رسی کاٹ دی۔ رسی کاٹتے ہی دریا کی تیز لہریں ماریا اور گھوڑے سمیت تختے کو بہا کر کنارے سے دور لے گئیں دریا کے

درمیان میں آ کر تختہ ڈولنے لگا کیونکہ بیچ میں پانی کا بہاؤ بڑا تیز تھا ماریا نے گھوڑے کو تھامے رکھا اسے ڈر تھا کہ کہیں تختہ کسی بھنور میں نہ پھنس جائے کیونکہ پانی کے تیز بہاؤ کی وجہ سے جگہ جگہ دریا میں بھنور پڑ رہے تھے مگر چونکہ تختہ کافی چوڑا تھا اس لئے وہ بھنوروں کے اوپر سے گزر جاتا تھا ماریا نے دریا پار کرلیا دریا پار جا کر اس نے تختے کو اوپر کھینچ لیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر آگے روانہ ہو گئی اس کے سامنے اب جنگل ختم ہو گئے تھے اور ہمالیہ کا پہاڑی سلسلہ شروع ہو گیا تھا پہاڑوں کا یہ سلسلہ کوہِ ہمالیہ کی بلند ترین چوٹی تک اٹھتا چلا گیا تھا۔

ماریا نے سوچا کہ وہ ان پہاڑیوں میں جا کر کہاں اور کس جگہ اپنے بھائی عنبر کو تلاش کرے گی اسے تو عنبر کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں ہے۔ دوپہر تک چلتے رہنے کے بعد ماریا ایک ٹیلے کے پاس پہنچ کر رک گئی اس ٹیلے کے نیچے ترائی کی ڈھلان تھی۔

اور چنار کے درختوں کی قطاریں چلی گئی تھیں بائیں جانب ایک گہری
کھائی تھی جس میں جنگلی گلاب کے پھول کھل رہے تھے اس جگہ
تھوڑی دیر قیام کر کے تازہ دم ہونے کے بعد ماریا کھائی میں سے ہو کر
ترائی کے ٹیلوں کی طرف چلی پڑی اس کی منزل اس ترائی کی
چڑھائیوں اور اترائیوں کو پار کر کے ہمالیہ کی سب سے بڑی جھیل
نندن سر تک جانا تھا جس کے بارے میں آدم خور نے اسے بتایا تھا کہ
شاید عنبر نندن سر جائے۔

سارا دن ماریا پہاڑوں دروں اور گھائیوں میں سفر کرتی رہی..........
گھوڑے پر سوار اس نے کئی ٹیلے عبور کیے آخر شام کو جب سورج کنچن
چنگا کی برف پوش چوٹی کے پیچھے غروب ہو گیا تو وہ ایک ایسی پر فضا
جگہ پہنچ گئی جہاں جنگلی سیب کے درختوں کی گھنی چھاؤں میں ایک میٹھے
پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا ماریا کو بھوک لگ رہی تھی اس نے گھوڑے کو

ایک درخت سے باندھ کر اس کے آگے درختوں کے پتے اور گھاس
ڈال دیئے اور خود جنگلی سیب پیٹ بھر کے کھائے پانی پیا اور سوچنے لگی
کہ کیوں نہ اسی جگہ رات بسر کی جائے یہاں سردی زیادہ ہو گئی تھی اس
نے زین پر سے کمبل اتار کر چشمے کے کنارے بچھایا ایک کمبل اوپر لیا
اور سونے کی تیاری کرنے لگی سفر کی وجہ سے وہ تھک گئی تھی اسے بہت
جلد نیند آ گئی اور وہ سو گئی۔

یہ وہی جگہ تھی جہاں برفانی انسان رہتا تھا بیچاری ماریا کو اس کی خبر نہیں
تھی آدھی رات کو برفانی انسان کو پیاس لگی تو وہ اپنی غار میں سے نکل
کر سیدھا اس چشمے کی طرف چل پڑا جہاں ماریا کمبل اوڑھے سو رہی
تھی اب حالت یہ تھی کہ ماریا کمبل سمیت غائب تھی اور کسی کو نظر نہیں آ
رہی تھی صرف گھوڑا دکھائی دے رہا تھا برفانی انسان لمبے لمبے قدم
اٹھاتا چشمے کے قریب آیا تو گھوڑے نے ایک خاص قسم کی بو محسوس کی

اور وہ بے چین ہو کر زمین پر پاؤں مارنے لگا۔

دوسری طرف برفانی انسان یا برفانی بھوت نے بھی انسان کی بو محسوس کر لی تھی وہ بڑی ہوشیاری سے ادھر اُدھر دیکھتا چشمے کی طرف بڑھنے لگا چشمے کے پاس ٹیلے کی اوٹ میں آ کر اس نے دیکھا کہ درخت کے ساتھ گھوڑا تو بندھا ہوا ہے مگر انسان کہیں نہیں ہے حالانکہ اسے انسان کی بڑی تیز بو آ رہی تھی برفانی بھوت بڑے چکر میں آ گیا کہ اگر انسان وہاں نہیں ہے تو بو کہاں سے آ رہی ہے اسے معلوم نہ تھا کہ ماریا چشمے کے پاس ہی کمبل اوڑھے سو رہی ہے اور وہ اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔

اتنے میں گھوڑے نے برفانی بھوت کی موجودگی کو محسوس کر لیا اور زور زور سے ہنہنانے لگا گھوڑے کی آواز سے ماریا کی آنکھ کھل گئی کمبل میں سے منہ باہر نکال کر اس نے دیکھا کہ چاندنی چھٹی ہوئی ہے چاند

کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے چشمے کے بہنے کی ہلکی ہلکی آواز آ
رہی ہے ہر طرف بڑی گہری خاموشی ہے وہ بڑی حیرت زدہ تھی کہ
گھوڑا کس چیز سے ڈر کر ہنہنا رہا ہے جب کہ وہاں کچھ بھی نہیں تھا اس
وقت برفانی انسان ایک ٹیلے کی اوٹ میں چھپا یہ دیکھنے کی کوشش کر رہا
تھا کہ جس انسان کی اسے بو آ رہی ہے وہ انسان کہاں ہے؟ گھوڑا زور
زور سے اپنے اگلے پاؤں زمین پر مار رہا تھا ماریا کمبل میں سے نکل کر
باہر آ گئی گھوڑے کے پاس آ کر اس نے گھوڑے کی گردن پر پیار سے
تھپکی دی لیکن گھوڑا پھر بھی بے چینی سے پاؤں مار رہا تھا۔

ماریا کی چھٹی حس نے اسے خبردار کر دیا کہ وہاں خطرہ کہیں آس پاس
ہی منڈلا رہا ہے وہ چوکنی ہو کر درخت کی آڑ میں کھڑی ہو گئی اور دیکھنے
لگی کہ وہاں کون سا ایسا جانور آ گیا ہے جس کی وجہ سے گھوڑا پریشان
ہو رہا ہے کیونکہ جانوروں کی یہ عادت ہے کہ جہاں کہیں کوئی بھوت

پر یت ہو یا کوئی خطرہ ہو تو وہ بے چین ہو جاتے ہیں اور اپنے مالک کو آنے والے خطرے سے آگاہ کر دیتے ہیں اب سوال یہ تھا کہ وہاں خطرہ کون سا تھا۔؟

ماریا بڑی خاموشی سے درخت کے پیچھے کھڑی تھی۔

برفانی بھوت نے جب دیکھا کہ وہاں سوائے گھوڑے کے اور کچھ نہیں ہے تو وہ ٹیلے کی اوٹ میں سے نکل آیا اب جو ماریا نے اپنے سامنے ایک سفید بالوں والے اونچے لمبے بھوت نما برفانی گوریلے کو دیکھا اس کے منہ سے بے اختیار خوف کے مارے چیخ نکل گئی۔

چیخ کی آواز سن کر برفانی بھوت پاگلوں کی طرح زور سے چلایا اس کی چیخ سے سارا پہاڑ گونج اٹھا ماریا بھی لرز گئی برفانی بھوت دیوانے گوریلے کی طرح جدھر سے چیخ کی آواز آئی تھی ادھر آ گیا اور ہاتھ پاؤں مارنے لگا چیخ وہیں سے آئی تھی مگر اسے عورت کہیں بھی دکھائی

نہیں دے رہی تھی۔

ماریا! درخت سے نکل کر ایک ٹیلے کی اوٹ میں چھپ گئی تھی برفانی بھوت گھوڑے کی طرف بڑھا گھوڑا بدک کر ٹاپنے لگا برفانی بھوت نے آگے بڑھ کر گھوڑے کو گردن سے پکڑ کر اوپر اٹھالیا ماریا نے گھوڑے کو بچانا چاہا مگر وہ کچھ نہ کرسکتی تھی۔ اگر وہ پتھر یا نیزہ بھی مارتی تو اس پہاڑ ایسے برفانی بھوت کی موٹی کھال پر اس کا کوئی اثر نہ ہوتا برفانی بھوت نے خور خور کرتے ہوئے غصے میں آ کر گھوڑے کو دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھایا اور دھم سے زمین پر دے مارا گھوڑے کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی وہ تڑپ کر اٹھنے کی کوشش کرنے اور ٹانگیں چلانے لگا برفانی بھوت نے دوسری بار گھوڑے کو پھر دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھایا اور ایک کھلونے کی طرح پتھروں پر پٹخ دیا پھر پاؤں مار مار کر اسے کچل کر رکھ دیا۔

ماریا دل تھام کر رہ گئی اس نے ایسا بھیانک منظر پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا

ایک بات کے لئے اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ ناگ کی لاش والی

صندوقچی برفانی بھوت کی تباہی سے بچ گئی تھی اس لیے کہ ماریا نے

رات کو سونے سے پہلے اس صندوقچی کو سیب کے درخت کی شاخوں

میں لٹکا دیا تھا تا کہ وہ جنگلی گیدڑوں سے محفوظ رہے برفانی بھوت

گھوڑے کو ہلاک کرنے کے بعد ماریا کی تلاش میں اس کی بو کے

ساتھ ساتھ ادھر اُدھر گھومنے لگا ماریا کے لئے یہ پریشان کر دینے والی

بات تھی اگرچہ وہ نظروں سے غائب تھی لیکن اگر کوئی اسے ہاتھ لگائے

تو وہ اسے چھو سکتا تھا اسی طرح برفانی بھوت اس کو پکڑ کر زمین پر مار

مار کر ہلاک کر سکتا تھا۔

ماریا کا کام یہ تھا کہ کسی طرح وہ برفانی بھوت سے بھاگتی رہے وہ ایک

چٹان کے اوپر چڑھ گئی برفانی انسان اس چٹان کے نیچے آ کر کھڑا ہو گیا

یہاں اسے انسانی بو بڑی تیز محسوس ہو رہی تھی اس نے چٹان کو ہلانا
شروع کر دیا ماریا اگر تھوڑی دیر بعد میں وہاں سے نیچے چھلانگ لگاتی
تو برفانی انسان کے قابو میں آ گئی ہوتی وہ چٹان پر سے کود کر سیب کے
ایک درخت کے اوپر چڑھ گئی اور اس نے اپنے آپ کو شاخوں اور
پتوں کے اندر چھپا دیا تاکہ اس کی بو کم سے کم نیچے جا سکے اس سے
ایک فائدہ ضرور ہوا کہ برفانی بھوت کو اس کی بو بہت کم آنے لگی اس
نے خیال کیا کہ جس انسان کی اس کو تلاش تھی وہ اس سے کافی فاصلے
پر چلا گیا ہے برفانی بھوت یونہی چٹانوں اور پتھروں پر زور زور سے
ہاتھ مارتا غصے میں خرخر کرتا چشمے پر آیا اور جھک کر چشمے کا پانی پینے لگا
اس کے بالکل اوپر سیب کے درخت میں ماریا پتوں اور شاخوں میں
اپنے آپ کو چھپائے ہوئے تھی۔

برفانی بھوت چشمے پر جھکا شڑاپ شڑاپ پانی پی رہا تھا اور ماریا کا دل

خوف کے مارے زور سے دھڑک رہا تھا اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ
اس کے جسم کی بو پتوں اور شاخوں نے روک لی ورنہ برفانی بھوت
کو اگر علم ہو جاتا کہ ماریا سیب کے درخت پر بیٹھی ہے تو وہ اس درخت
کو ہی جڑ سے اکھاڑ دیتا چشمے پر پانی پی کر برفانی گوریلے نے گھوڑے
کی کٹی پھٹی لاش کو اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈالا اور واپس چڑھائی اتر کر
کھائی میں غائب ہو گیا جب وہ نظروں سے اوجھل ہوا تو ماریا کی جان
میں جان آئی اس نے درخت پر سے اتر کر اس جگہ کو دیکھا جہاں
گھوڑے کی لاش کا خون پڑا تھا ماریا کی آنکھوں میں گھوڑے کو یاد کر
کے آنسو آ گئے اس نے بڑی بڑی مصیبتوں اور مشکل حالات میں ماریا
کا ساتھ دیا تھا۔

ماریا چشمے کے کنارے بیٹھ گئی نیند اس کی آنکھوں سے غائب ہو چکی
تھی اس نے سیب کے درخت پر سے ناگ کی لاش والی صندوقچی

اتاری اور اسے کھول کر دیکھا ہلکی ہلکی چاندنی میں اسے سانپ کی لاش
کے ٹکڑے دکھائی دے رہے تھے اس نے دور کنچن چنگا کی برف پوش
پہاڑی کو دیکھا اسی پہاڑی کے دامن میں وہ جھیل تھی جس کے بارے
میں آدم خوروں نے ماریا کو بتایا تھا کہ عنبر اسی جگہ جا رہا تھا وہ جھیل
شدن سر پہنچ کر عنبر کی راہ دیکھنا چاہتی تھی اسے یقین تھا کہ اس کا بھائی
وہاں ضرور آئے گا اس کا دل کہہ رہا تھا کہ وہ وہاں مل جائے گا اب
وادی میں رات کا اندھیرا غائب ہونا شروع ہو گیا چاندنی پھیکی پڑنے
لگی اور مشرق کی پہاڑیوں کے اوپر صبح کی ہلکی ہلکی روشنی جھلکنے لگی اور
درے روشن ہو گئے صبح کی روشنی کی ہلکی ہلکی روشنی جھلکنے لگی تھوڑی دیر
بعد سورج طلوع ہو گیا اور ساری وادی پہاڑیاں گھاٹیاں اور درے
روشن ہو گئے صبح کی روشنی میں ماریا کا خوف بھی دور ہو گیا اور اس کے
اندر آگے بڑھنے کی ہمت پیدا ہو گئی اس نے زمین پر ایک بار پھر

گھوڑے کے خون کے دھبوں کو دیکھا اس کے ساتھ ہی ماریا نے
برفانی بھوت کے پاؤں کے بڑے بڑے نشان دیکھے یہ اتنے بڑے
نشان تھے کہ ماریا کا دل کانپ اٹھا پاؤں کے نشان نیچے گھائی میں اتر
گئے تھے برفانی بھوت کا غار گھاٹی اتر کر ایک چٹان کے اندر تھا۔
ماریا وہاں رہ کر برفانی بھوت کے دوبارہ وہاں آنے کا خطرہ مول لینا
نہیں چاہتی تھی اس نے گھوڑے کی زین سے گری ہوئی تلوار اٹھا کر
کمر کے ساتھ باندھی ناگ کی لاش کی صندوقچی ہاتھ میں اٹھائی
اور جھیل شدن سر کی طرف چل پڑی یہاں سے اسے راستے کا علم نہیں
تھا مگر وہ اندازے کے مطابق آگے بڑھ رہی تھی جھیل شدن سر کے
اوپر ہر وقت سفید بادل چھائے رہتے تھے اور یہ بادل اسے دور سے
کچن چنگا کی پہاڑیوں کے دامن میں ایک جگہ دکھائی دے رہے تھے
وہ اس بادل کے ٹکڑے کو اپنا نشان بنا کر سفر پر چل پڑی۔

پہاڑی راستوں پر پیدل چلنا کوئی آسان کام نہ ہوتا آدمی بہت جلد
اترائی چڑھائی کرتے کرتے تھک جاتا ہے اس کے علاوہ راستے میں
بکھرے ہوئے پتھر پاؤں کو زخمی کر دیتے ہیں پھر بھی ماریا دوپہر تک
چلتی رہی راستے میں اسے کوئی بھی انسانی بستی کہیں نظر نہ آئی کہیں
کہیں چنار اور صنوبر کے درختوں کے جھنڈ مل جاتے جہاں ایک نہ
ایک چشمہ بہہ رہا ہوتا یہاں وہ تھوڑی دیر بیٹھ کر آرام کرتی پانی پی کر
پھر سفر پر روانہ ہو جاتی تیسرے پہر ماریا نے ایک جگہ پہاڑی کے
دامن میں ایک چھوٹی سی لکڑی کی چھت والا اک منزل مکان دیکھا
جس کی چھت کے سوراخ میں سے دھواں اٹھ رہا تھا ماریا کو بڑی
بھوک لگ رہی تھی اس نے کئی روز سے روٹی اور دودھ نہیں پیا تھا اس
نے سوچا اس مکان میں ضرور کوئی انسان رہتا ہوگا اور وہاں پہنچ کر
اسے کھانے کو روٹی اور پینے کو تھوڑا سا دودھ ضرور مل جائے گا کیونکہ

اس نے دور اوپر سے مکان کے باہر ایک بکری کو بندھے ہوئے بھی دیکھ لیا تھا۔

ماریا تازہ دم ہو کر نیچے وادی میں اترنے لگی وہ مختلف پہاڑی پگ ڈنڈیوں اور الجھے ہوئے دشوار یعنی مشکل مشکل راستوں پر سے ہوتی ہوئی آخر اس ایک منزلہ مکان کے قریب آ گئی وہ مکان کے پچھواڑے آ کر رک گئی اور سوچنے لگی کہ اندر کس طرف سے جائے پھر اسے خیال آیا کہ وہ تو غائب ہے وہ چاہے جس طرف سے بھی مکان کے اندر چلی جائے کوئی بھی اسے نہیں دیکھ سکے گا چنانچہ وہ بڑے آرام سے اور آزادی سے مکان کے دروازے کے پاس آ گئی۔

ابھی وہ دروازے کے قریب سے گزر رہی تھی کہ اسے اندر سے ایک عورت کے رونے کی آواز سنائی دی ماریا ٹھٹھک کر رہ گئی عورت کے رونے کی آواز برابر آ رہی تھی ماریا مکان کے اندر داخل ہو گئی اس

نے دیکھا کہ لکڑی کے فرش پر ایک لمبے بالوں والی دبلی پتلی عورت
رسیوں کے ساتھ بندھی ہوئی تھی اس کو رسیوں سے زمین میں گڑی
ہوئی بلیوں یعنی کھونٹیوں کے ساتھ باندھا ہوا تھا عورت کی آنکھوں
سے آنسو بہہ رہے تھے اور وہ سسکیاں بھر کر رو رہی تھی ایسے لگتا تھا
جیسے اس کے سوا وہاں اور کوئی انسان نہیں ہے۔
ماریا بڑی حیرانی سے اس بدنصیب عورت کو دیکھتی رہی پھر وہ آہستہ
آہستہ قدم اٹھاتی آگے بڑھی اس خیال سے کہ عورت نے اس کے
قدموں کی آواز سن لی تو وہ گھبرا جائے گی کہ انسان تو نظر نہیں آ رہا پھر
انسان کے قدموں کی چاپ کہاں سے آ رہی ہے؟ ماریا ابھی سوچ ہی
رہی تھی کہ عورت کے ساتھ کیسے بات شروع کرے کہ باورچی خانے
کا دروازہ کھلا اور ایک خونخوار قسم کا وحشی شکل والا سنگدل ڈاکو باہر آیا
اس کے ہاتھ میں بھیڑ کے بھنے ہوئے گوشت کا پیالہ تھا وہ عورت کے

پاس ہی زمین پر پھسکڑا مار کر بیٹھ گیا اور جانوروں کی طرح جبڑے ہلا ہلا کر گوشت کھانے لگا عورت مسلسل سسکیاں بھر رہی تھی۔

سنگدل وحشی نے زور سے عورت کے سر پر مکا مارا۔ عورت کی چیخ نکل گئی وحشی ڈاکو نے کہا۔

خاموش رہتی ہے یا تمہیں ابھی اپنے ساتھیوں کے آنے سے پہلے پہلے خنجر گھونپ کر ہلاک کر دوں؟

عورت نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا۔

تم لوگوں نے میرے خاوند کو زخمی کر کے پہاڑوں میں پھینک دیا میری ماں کو ہلاک کر کے میرا گھر بار لوٹ لیا اب مجھے ہلاک کیوں نہیں کرتے؟ مجھے بھی مار ڈالو تا کہ میں اس عذاب سے نجات حاصل کروں ڈاکو زور سے قہقہہ لگا کر ہنسا اور بولا۔

بد بخت عورت............ تجھے ہم ماریں گے نہیں۔ بلکہ بڑے لامہ

کے پجاری کے ہاتھ بیچ دیں گے جو تجھے بڑے تہوار پر دیوتاؤں کے
آگے قربان کرے گا تو ہمارے لیے عورت نہیں بلکہ قربانی کا بکرا ہے
ہم تجھے فروخت کر کے سونے کی اشرفیاں حاصل کریں گے عورت
روتے ہوئے بولی۔ رحم کرو ظالم انسانو! ایک بے کس مجبور عورت پر رحم
کرو۔ عورت سسکیاں بھرتی رہی ڈاکو گوشت اڑا تا رہا اور ماریا چپ
چاپ لکڑی کے کھمبے کے ساتھ لگی یہ سارا تماشہ دیکھتی رہی۔
وہ آگے بڑھ کر مظلوم عورت کی رسیاں کاٹنے ہی لگی تھی کہ دروازہ کھلا
اور دو اور ڈاکو اندر آ گئے ان سبھوں کے چہرے ایک جیسے خونخوار وحشی
تھے انہوں نے سروں پر سمور کی ٹوپیاں پہن رکھی تھیں اور کمر سے
تلواریں لٹک رہی تھیں ان کی آنکھوں میں سنگدلی اور سفاکی تھی
صاف لگتا تھا کہ وہ رحم نام کی شے سے ناواقف ہیں اور کئی بے گناہوں
کے خون سے ہاتھ رنگ چکے ہیں ماریا کھمبے سے ہٹ کر دیوار کے

کونے میں جا کر کھڑی ہوگئی وہ نہیں چاہتی تھی کہ چلتے پھرتے ہوئے
کوئی ڈاکو اس سے ٹکرا جائے اور انہیں اس کی موجودگی کی خبر ہو جائے
وہ عورت کو ان ظالموں سے بچانے کے لئے جو کچھ بھی کرنا چاہتی تھی
بڑی خاموشی سے کرنا چاہتی تھی تینوں ڈاکو زمین پر بیٹھ کر گوشت
اڑانے اور قہقہے لگانے لگے وہ ہڈیاں جکڑی ہوئی مظلوم عورت کی
طرف پھینک دیتے جیسے وہ کوئی کتیا ہو عورت نے ایک سسکی بھری تو
ڈاکو نے اٹھ کر زور سے اس کی ٹانگوں پر ہنٹر مار دیا عورت کی چیخ نکل
گئی ماریا کا دل دہل گیا اب وہ زیادہ انتظار نہیں کر سکتی تھی اس نے حملہ
کرنے کا فیصلہ کر لیا وہ اب صرف یہ سوچ رہی تھی کہ اپنے حملے کو کدھر
سے شروع کرے؟ آخر اس نے باورچی خانے کو چن لیا وہ چپکے سے
باورچی خانے میں آ گئی یہاں آگ جل رہی تھی ماریا نے جلتی ہوئی
لکڑی اٹھا کر باہر ڈاکوؤں پر دے ماری۔

ڈاکو کی موت

جلتی ہوئی لکڑی ڈاکوؤں پر گری تو وہ ہڑ بڑا کر اٹھے۔

بھاگ کر باورچی خانے میں گئے کہ وہاں کون ہے مگر وہاں کوئی بھی نہیں تھا انہوں نے کھڑکی میں سے جھانک کر باہر دیکھا نیچے بھی کوئی نہیں تھا وہ واپس بڑے کمرے میں آکر بیٹھ گئے اچانک ایک اور جلتی ہوئی لکڑی ان کے درمیان آگری اب تو ان کو بے حد غصہ آیا کہ یہ کون شخص ہے جو چھپ کر ان پر جلتی ہوئی لکڑیاں پھینک رہا ہے باورچی خانے میں آکر انہوں نے ایک ایک شے کو اٹھا کر دیکھنا شروع کر دیا اس دوران میں ماریا باہر والے کمرے میں آگئی، اور اس نے زمین پر رسیوں میں جکڑی ہوئی عورت کے کان میں جھک کر کہا۔

میری آواز سن کر گھبرانا نہیں میں تمہیں دکھائی نہیں دے رہی لیکن میں یہاں تمہارے پاس تمہاری مدد کے لئے آ گئی ہوں خاموش رہو، اور گھبراؤ نہیں..........میں کوئی بھوت پریت نہیں بلکہ تمہاری طرح ایک عورت ہوں بس جادو کے زور سے غائب ہو گئی ہوں۔

مظلوم عورت کی آنکھیں کھل گئیں اسے یوں محسوس ہوا جیسے غیب کی دنیا سے کوئی روح اس کی مدد کو آ گئی ہے وہ کچھ خوف زدہ بھی ہو گئی ایک عورت کی آواز آ رہی تھی اور عورت نظر نہیں آ رہی تھی یہ بات اسے خوف زدہ کرنے کے لئے کافی تھی لیکن وہ اسقدر مصیبت میں پھنسی ہوئی تھی کہ اسے سوائے اپنی مصیبت کے اور کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا پھر بھی اسے ماریا کی غیبی آواز پر کافی ڈھارس ہو گئی کیونکہ اپنی آنکھوں کے سامنے وہ جلتی ہوئی لکڑیوں کو اندر فرش پر گرتے دیکھ چکی تھی۔

اس اثنا میں تینوں ڈاکو اندر باورچی خانے سے نکل کر دوبارہ باہر آ گئے

اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔

اندر کوئی نہیں باہر کوئی نہیں پھر یہ کون تھا؟ کس کی شرارت تھی۔؟

میرا خیال ہے باہر سے کسی نے اندر لکڑیاں پھینکی ہیں۔

مگر باہر تو کوئی بھی نہیں ہے۔

ابھی معلوم ہو جائے گا کہ یہ کس کی شرارت ہے۔

ڈاکو اسی طرح باتیں کرتے ہوئے مظلوم عورت کے گرد بیٹھ گئے ماریا

ان کے قریب ہی کھڑی تھی وہ پھر باورچی خانے میں چلی گئی اس نے

اندر جاتے ہی آگ پر پانی کا کٹورہ انڈیل دیا شوں کی آواز آئی ڈاکو

بھاگ کر اندر آئے چولہے میں آگ بجھ رہی تھی اور راکھ اور دھواں

اوپر اٹھ رہا تھا۔

یہ آگ کس نے بجھادی؟

اسی کم بخت کی شرارت ہے۔

کون کم بخت۔؟

جس نے ہم پر جلتی ہوئی لکڑیاں پھینکی ہیں۔

وہ ضرور یہیں کسی دروازے کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔

اگر وہ مل گیا تو میں اس کی گردن کاٹ دوں گا۔

میں اس کا کچومر نکال دوں گا۔

وہ باورچی خانے میں ماریا کو تلاش کرتے رہے اور ماریا نے باہر آ کر باورچی خانے کا دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی تینوں ڈاکو اندر قید ہو کر رہ گئے انہوں نے زور زور سے دروازہ دھڑ دھڑ انا شروع کر دیا ماریا نے مظلوم عورت سے کہا۔

جتنی جلدی ہو سکے میرے ساتھ یہاں سے بھاگ چلو۔

عورت نے کہا۔

نیک روح! تم دکھائی نہیں دے رہے میں دکھائی دیتی ہوں وہ مجھے بہت جلد گرفتار کرلیں گے ان کے سامنے باورچی خانے کا دروازہ توڑنا کوئی مشکل کام نہ تھا۔

اور وہی ہوا۔ تینوں ڈاکو تلواریں مار مار کر دروازہ توڑنے لگے اور ابھی ماریا اس عورت سے باتیں ہی کر رہی تھی کہ ڈاکو دروازہ توڑ کر باہر آ گئے باہر آتے ہی انہوں نے سب سے پہلے مظلوم عورت کو دیکھا کہ کہیں وہ تو نہیں بھاگ گئی کیونکہ سب سے زیادہ انہیں اسی کی فکر تھی عورت اسی طرح فرش پر کھونٹوں سے بندھی پڑی تھی ایک ڈاکو نے چیخ کر کہا۔

اس مکان کو آگ لگا دو۔ اس عورت کو یہاں سے لے چلو۔

دو ڈاکوؤں نے مظلوم عورت کی رسیاں کھولنا شروع کر دیں اور ایک ڈاکو نے پتھر رگڑ کر پرانے کپڑوں کے ایک ڈھیر کو آگ لگا دی دیکھتے

دیکھتے آگ پھیلنا شروع ہو گئی ماریا باہر آ کر ایک درخت کے نیچے
کھڑی ہو گئی ڈاکوؤں نے مظلوم عورت کی رسیاں کھول کر اسے
کندھے پر اٹھایا اور لے کر باہر آ گئے مکان لکڑی کا تھا اور دیواریں
آدھی پتھر کی اور آدھی لکڑی کی بنی ہوئی تھیں تھوڑی ہی دیر میں آگ
سارے مکان میں پھیل گئی اور شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے۔
باہر ڈاکوؤں کے تین گھوڑے ذرا فاصلے پر درختوں تلے بندھے
ہوئے تھے ماریا نے سوچا کہ اگر یہ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو گئے تو ماریا
اس عورت کو نہ بچا سکے گی کیونکہ اس کے پاس کوئی گھوڑا نہیں ہے اور وہ
عورت کو گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے رفو چکر ہو جائیں گے ماریا
فوراً اس مقام کی طرف بھاگی جہاں گھوڑے بندھے ہوئے تھے ماریا
نے وہاں جاتے ہی تینوں گھوڑوں کی رسیاں کاٹ کر انہیں ایسا ڈرایا
کہ وہ منہ اٹھا کر نیچے وادی کی طرف سرپٹ بھاگ گئے۔

گھوڑوں کے بھاگنے کی آواز سن کرڈاکو چونکے ہو گئے انہوں نے منہ اٹھا کر جو دیکھا تو ان کے تینوں گھوڑے نیچے گھاٹی کی طرف بھاگے جا رہے تھے انہوں نے بہتری سیٹیاں مار کر انہیں بلانا چاہا مگر جو جانور کسی بھوت پریت اور غیبی انسان سے ڈرا ہوا ہو وہ یا تو وہیں غش کھا کر گر پڑتا ہے اور یا ایسا بھاگتا ہے کہ پھر واپس مڑ کر نہیں دیکھتا گھوڑے بھی غیبی ماریا کے ڈرے ہوئے تھے وہ جدھر کو منہ اٹھا ادھر ہی بھاگے جا رہے تھے۔

ڈاکو ست پٹا کر رہ گئے انہیں یوں محسوس ہوا کہ کوئی طاقت ان کے خلاف زبردست کارروائی کر رہی ہے انہوں نے عورت کو وہیں مکان سے ذرا فاصلے پر گھاس پر بٹھا دیا اس کے دونوں ہاتھ باندھ ڈالے اور مکان سے اٹھتے ہوئے شعلوں اور دور.........بہت دور نیچے بھاگتے گھوڑوں کو دیکھنے لگے کافی دور جا کر گھوڑے وادی میں گم ہو گئے اب

وہ لاچار ہو کر وہاں بیٹھے تھے وہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے کہ تم

نے فلاں جگہ گھوڑے کیوں نہیں باندھے؟

تم قصور وار ہو دوسرا کہتا کہ میں نہیں تم قصور وار ہو۔

ماریا قریب ہی درخت کے نیچے کھڑی ان کی باتیں سن رہی تھی اس

نے سوچا کیوں نہ ان تینوں کو آپس میں لڑا دیا جائے؟ اس خیال کے

ساتھ ہی وہ آگے بڑھی اور اس نے پیچھے سے آ کر ایک دھپ زور سے

ایک ڈاکو کے سر پر لگا دی اس نے تڑپ کر پیچھے دیکھا پیچھے کوئی نہ تھا وہ

سمجھا کہ دوسرے ڈاکو نے اسے مارا ہے اس نے دوسرے ڈاکو کے سر

پر زور سے مکا جڑ دیا۔

کمبخت مجھ کو طمانچہ کیوں مارا تم نے؟

دوسرا ڈاکو بڑا حیران ہوا کہ یہ اسے کس جرم میں مکا رسید کر دیا گیا اس

نے کہا۔

دیوتا کی قسم میں نے تو تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگایا۔

اب ماریا نے تیسرے ڈاکو کے سر پر زور سے لات ماردی وہ ڈاکو گر پڑا اس نے اٹھتے ہی پوری طاقت سے پہلے ڈاکو کو لات ماردی دوسرے نے تلوار کھینچ لی دونوں ڈاکوؤں میں تلوار بازی شروع ہوگئی تیسرا ڈاکو بیچ بچاؤ کرانے لگا وہ جس ڈاکو کی طرف منہ کرتا ماریا پیچھے سے اسے ایک لات ماردیتی وہ سمجھتا کہ پیچھے والے ڈاکو نے ایسا کیا ہے وہ پیچھے والے کی طرف متوجہ ہوتا تو ماریا اگلے ڈاکو کی طرف سے ایک زوردار لات جڑ دیتی نتیجہ یہ ہوا کہ تیسرے ڈاکو نے بھی تلوار کھینچ لی اور تینوں میں زبردست لڑائی شروع ہوگئی۔

اس دوران میں ماریا نے بھی تلوار کمر سے کھول کر ہاتھ میں پکڑ لی اور آگے بڑھ کر ہر ایک ڈاکو پر حملہ کرنے لگی وہ پیچھے سے کسی نہ کسی ڈاکو کے کندھے یا کمر پر تلوار کا وار کر دیتی چنانچہ تینوں ڈاکو زخمی ہوگئے ایک

ڈاکو جان بچا کر وہاں سے بھاگ گیا اب دو ڈاکوؤں میں مقابلہ شروع ہو گیا یہ بڑا زبردست مقابلہ تھا ایسا لگتا تھا کہ دو بھینسے آپس میں لڑ رہے ہیں کڑاک کڑاک تلواریں آپس میں ٹکرا کر بجلیاں پیدا کر رہی تھیں۔

ماریا ایک طرف کھڑی یہ تماشہ دیکھ رہی تھی اور دونوں کے گرنے کا انتظار کر رہی تھی وہ گھسکتی گھسکتی مظلوم عورت تک پہنچ گئی جو درخت کے پاس رسیوں میں جکڑی پڑی تھی اس نے عورت کے کان میں کہا گھبرانا نہیں یہ سب کارستانی میری ہے ابھی یہ لوگ زخمی ہو کر گر پڑیں گے پھر تم آزاد ہو گی۔

لڑائی زیادہ خطرناک اور شدید ہو گئی ایک ڈاکو جو بہت طاقتور اور لمبا تڑنگا تھا اور سردار معلوم ہوتا تھا دوسرے ڈاکو پر بڑھ چڑھ کر وار کر رہا تھا دوسرا ڈاکو زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا طاقتور ڈاکو نے آن کی آن میں

تلوار کے ایک ہی وار سے دوسرے ڈاکو کی گردن تن سے جدا کردی یہ اس قدر جلد ہو گیا کہ ماریا اسے تکتی ہی رہ گئی ڈاکو کی سر کٹی لاش تڑپ رہی تھی لمبے تڑنگے ڈاکو نے اپنی تلوار کو گھاس پر صاف کیا اور نیام میں رکھ کر مظلوم عورت کی طرف پلٹا مظلوم عورت کانپ کر رہ گئی۔

ماریا بھی پریشان سی ہو گئی کیونکہ یہ اس کا منصوبہ نہیں تھا اس نے تو یہ سوچ کر جنگ شروع کرائی تھی کہ تینوں آپس میں لڑتے لڑتے زخمی ہو کر گر جائیں گے اور وہ عورت کو بچا کر وہاں سے لے جائے گی۔ لیکن یہاں تو کام ہی الٹ کر رہ گیا تھا ڈاکو نے عورت کے قریب آ کر غضب ناک آنکھوں سے اسے دیکھا اور گرج کر کہا۔

کمینی عورت! یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے کہ میرے دو بہترین دوست مجھ سے جدا ہو گئے تم نے ہی ہماری لڑائی شروع کروائی تھی۔

جب سے تم منحوس عورت ہمارے پاس آئی ہو ہماری بدقسمتی شروع ہو

گئی ہے اب اگر میں نے تمہیں زندہ چھوڑا تو تم بددعا دے کر مجھے بھی
مروا ڈالو گی اس لئے میں تمہیں بھی اپنے ساتھیوں کی طرح اسی جگہ قتل
کر دیتا ہوں مگر میں تمہیں قتل نہیں کروں گا بلکہ اس درخت کے ساتھ
لٹکا کر پھانسی دوں گا اور تمہاری لاش لٹکتی چھوڑ جاؤں گا تا کہ پرندے
اور جانور تمہارا گوشت نوچ نوچ کر کھاتے رہیں۔

مظلوم عورت رونے لگی۔

دیوتاؤں کے لئے مجھ پر رحم کرو مجھے پھانسی نہ لٹکاؤ میں نے تمہارا کیا
بگاڑا ہے میرا کوئی قصور نہیں میں بیگناہ ہوں مجھے معاف کر دو میں
بیگناہ ہوں میں بیگناہ ہوں۔

ڈاکو نے پوری طاقت سے عورت کے منہ پر تھپڑ مار دیا عورت کے منہ
سے خون جاری ہو گیا ڈاکو گرج کر بولا۔

بدبخت عورت! تو ہی میری مصیبت کی وجہ ہے میں ہرگز ہرگز تمہیں

زندہ نہیں چھوڑوں گا یہ کہہ کر ڈاکو نے درخت کی ٹہنی پر رسہ ڈال دیا۔ اور اسے پکڑ کر زور زور سے کھینچ کر دیکھنے لگا کہ وہ کچا تو نہیں ہے جب اسے یقین ہو گیا کہ یہ رسہ ایک عورت کا بوجھ سنبھال لے گا تو اس نے رسے کا آگے سے پھندا بنا دیا پھر مظلوم عورت کی طرف بڑھا اور پھندا اس کے گلے میں ڈال کر اسے درخت کے نیچے کھڑا کر دیا۔ موت کے لئے تیار ہو جاؤ میں تم سے اپنے سارے ساتھیوں اور تینوں گھوڑوں کا بدلہ لوں گا۔

مظلوم عورت بڑی حیران تھی کہ وہ نیک روح کہاں چلی گئی ہے جس نے اسے بچانے کا وعدہ کیا تھا ماریا اس کے بالکل قریب کھڑی یہ سارا کھیل دیکھ رہی تھی اور مناسب وقت کا انتظار کر رہی تھی جب ڈاکو نے درخت پر رسہ ڈال کر پھندا مظلوم عورت کے گلے میں ڈالا اور اسے اوپر کھینچنے لگا تو عورت نے زور زور سے چیخنا شروع کر دیا ماریا کے

لئے آگے بڑھ کر اس عورت کی مدد کرنے کا وقت آگیا تھا اس نے
تلوار کا ایک ہی ہاتھ مار کر رسہ کاٹ کر رکھ دیا ڈاکو بڑا حیران ہوا کہ یہ
رسہ کس نے کاٹ کر رکھ دیا اس نے رسے کو دوبارہ باندھا، اور پھر سے
درخت پر ڈال کر اسے کھینچا تو ماریا نے تلوار کا ہاتھ مار کر اسے پھر سے
کاٹ دیا اب تو ڈاکو پریشان ہونے کی بجائے سخت غصے میں آگیا اس
نے تلوار نکال کر مظلوم عورت کی گردن کاٹ دینی چاہی۔

ابھی وہ تلوار اٹھا ہی رہا تھا کہ ماریا نے تلوار کا وار کر کے ڈاکو کا وہ ہاتھ
ہی کاٹ دیا جس ہاتھ میں اس نے تلوار تھامی تھی ڈاکو کے منہ سے چیخ
نکلی اور اس نے دوسرے ہاتھ میں تلوار لیکر عورت پر حملہ کیا وہ یہ سمجھ رہا
تھا کہ مظلوم عورت اس پر حملے کر رہی ہے وہ سخت غصے کے عالم میں تھا
اور ایک پاگل ریچھ کی طرح نعرہ مار کر مظلوم عورت پر تلوار لے کر بڑھا
ماریا نے ایک لمحے ایک پل کا بھی انتظار نہ کیا کیونکہ یہ بڑا نازک وقت

تھا اگر وہ ذرا بھی چوک جاتی تو مظلوم عورت کی گردن تن سے جدا

ہو جاتی ماریا نے تلوار کا ایک بھرپور وار کر کے ڈاکو کا دوسرا ہاتھ بھی

شانے تک کاٹ دیا۔

ڈاکو لڑکھڑا کر گر پڑا اس نے اٹھنا چاہا وہ اٹھ ہی رہا تھا کہ ماریا نے

تیسرا وار کیا اور ڈاکو کا ایک پاؤں بھی کاٹ دیا اب وہ بے بس تھا اس

کے لئے اٹھنا مشکل ہو گیا وہ زمین پر ہی پڑ کر تڑپنے لگا ماریا نے مظلوم

عورت کی رسیاں کھول کر اسے آزاد کیا اور کہا۔

جلدی سے یہاں سے نکل چلو۔

مظلوم عورت اور ماریا دو ڈاکوؤں کی لاشیں اور ایک ڈاکو کو تڑپتا چھوڑ کر

وہاں سے اٹھ دوڑیں ماریا بھی اس کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی ٹیلے چھوڑ

کر وہ ایک جگہ سے گھاٹی کی چڑھائی چڑھ کر پہاڑ کے اوپر گئیں اور پھر

وہاں سے اترائی اتر کر مظلوم عورت ایک جگہ درختوں کے جھنڈ میں آ

گئی یہاں ڈاکوؤں نے اس کے خاوند کو زخمی کر کے پھینک دیا تھا

عورت نے دیکھا کہ اس کا خاوند جھاڑیوں میں بے ہوش پڑا ہے اس

کے شانے میں زخم ہے جہاں خون جم گیا ہے ماریا بھی اب وہاں پہنچ

گئی تھی۔

ماریا نے پوچھا۔

کیا یہ تمہارا خاوند ہے؟

ہاں اے نیک روح یہ میرا خاوند ہے اسے ڈاکو زخمی کر کے یہاں

پھینک گئے تھے اس نے ان سے مقابلہ کیا تھا اور بہادری سے لڑا تھا۔

فکر نہ کرو، یہ ابھی ہوش میں آجاتا ہے۔

ماریا نے رومال پانی میں بھگو کر اس آدمی کے منہ پر چھینٹے مارے

تھوڑی دیر میں اسے ہوش آگیا اپنے سامنے اپنی بیوی کو دیکھ کر وہ بے

حد خوش ہوا مگر شانے کا زخم اسے بہت تکلیف دے رہا تھا۔

ماریا اور اس کی بیوی اسے اٹھا کر قریب ہی ایک چشمے کے پاس والی جھونپڑی میں لے آئے یہاں پتھر رگڑ کر ماریا نے آگ جلائی پانی گرم کر کے مظلوم عورت کے خاوند کے زخم کو صاف کیا اسے بکری کا دودھ گرم کر کے پلایا زخم پر جڑی بوٹیاں لگا کر پٹی باندھی اور پھر اس عورت کو ایک طرف لے جا کر کہنے لگی۔

بہن! اب مجھے اجازت دو، مجھے اپنے بھائی کی تلاش میں ابھی بہت دور جانا ہے مجھ سے جو کچھ ہو سکا میں نے تمہارے لیے کیا اب مجھے اجازت دو تمہارا خاوند ٹھیک ہو جائے گا۔

عورت نے ماریا کا ہاتھ پکڑ کر چومنا چاہا مگر چونکہ ماریا غائب تھی اس لئے وہ ہاتھ نہ پکڑ سکی ماریا نے عورت کو اپنے ساتھ لگا لیا عورت نے اب ٹٹول کر ماریا کا ہاتھ لے کر چوما اور کہا۔

بہن۔ نیک دل روح تم نے میری زندگی اور میرے خاوند کی زندگی

بچائی ہے میں تمہارا احسان ساری زندگی نہ بھلا سکوں گی تم نے میرے لئے وہ کچھ کیا ہے کہ میں ساری زندگی تمہیں اور تمہارے احسانوں کو یاد کرتی رہوں گی۔

ماریا وہاں سے رخصت ہو کر آگے چل دی۔

اب اس کے سامنے کنچن چنگا کی چوٹی اور اس کے دامن کی برف پوش وادی اور پر اسرار جھیل تندن سر کا سفر تھا اسے پوری امید تھی کہ اس کا بھائی عنبر اسے ضرور مل جائے گا جھیل تندن سر میں ایک مندر بھی تھا جہاں ایک بہت بڑے ناگ دیوتا کی پوجا ہوتی تھی ماریا کو یہ بات بھی آدم خوروں نے بتائی تھی۔

ماریا بے چاری پیدل ہی ناگ کی لاش کی صندوقچی ہاتھ میں لئے کنچن چنگا کی وادی کی چڑھائی چڑھنے لگی ابھی وہ تھوڑی دور ہی گئی تھی کہ بادل گھر کر آ گئے۔

ہوا چلنے لگی اور گرج چمک کے ساتھ بارش شروع ہوگئی ماریا ایک بہت بڑے درخت کے نیچے آ گئی۔

۱۔ کیا ماریا کنچن چنگا پہنچی؟

۲۔ عنبر ماریا کو کن حالات میں ملا؟

۳۔ کیا شیش ناگ زندہ ہوا؟

۴۔ ماریا پر جادو کا اثر کب ٹوٹا؟

ان سوالوں کا جواب آپ اسی ناول کی اگلی یعنی بیسویں 20 قسط "چھلاشیں" میں پڑھیے۔